لاہور میں فراہمی آب

سرکاری شعبہ میں اصلاحات منظور

فراہمی آب کے بندوبست کی نجکاری نامنظور

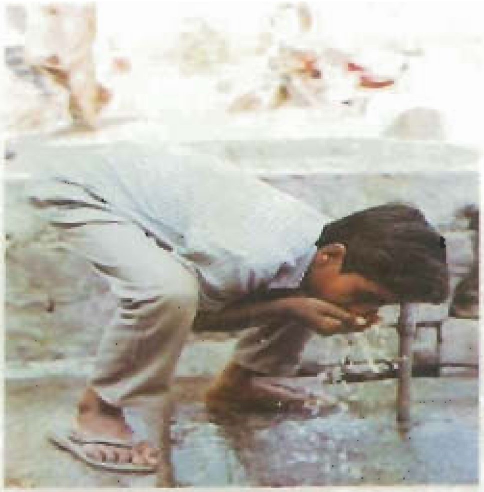

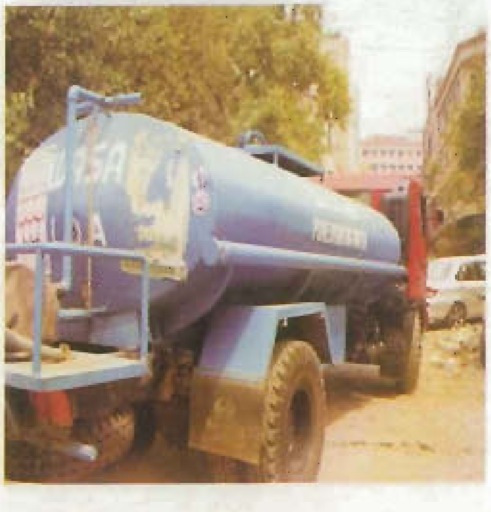

رابعہ ایزدی

عامر بٹ

1-Pu

پنجاب اربن ریسورس سنٹر

ستمبر 2008ء

لاہور میں فراہمی آب

سرکاری شعبہ میں اصلاحات منظور

فراہمی آب کے بندوبست کی نجکاری نامنظور

رابعہ ایزدی

عامر بٹ

پنجاب اربن ریسورس سنٹر

ستمبر 2008ء

مصنف رابعہ ایز دی/عامر بٹ

مترجم کلب علی شیخ

نظر ثانی عامر ریاض

لے آؤٹ نیولائن

صفحات 60

سن اشاعت 2009ء

جملہ حقوق بحق عوام

اس رپورٹ کے مندرجات کو استعمال کرنے کے لیے کسی سے پیشگی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ادارہ چاہتا ہے کہ اگر اس کا کوئی حصہ استعمال کیا جائے تو پنجاب اربن ریسورس سنٹر کا حوالہ ضرور دیا جائے۔

دیباچہ

اکتوبر 2004ء میں اس امر کی آگاہی ہوئی کہ پنجاب حکومت نے فراہمی آب و سینی ٹیشن کے ادارہ ''لاہور واسا'' کی نجکاری کا منصوبہ بنایا ہے۔ 2005ء اور 2006ء کے تمام عرصہ میں عوام کی شنوائی اور مشاورت کے بغیر، حکومت نے اس سلسلہ میں جو بھی اقدامات کئے ان بارے عوام کو جانکاری عام طور پر ملکی اخبارات اور دیگر غیر رسمی ذرائع سے ہی ہوتی رہی۔ اس سلسلہ کی آخری رپورٹ 2006ء کے وسط میں سامنے آئی، جس کے بعد حکومت کے اس منصوبہ یا پھر نجکاری کی بابت خبریں مدھم پڑ گئیں۔

اس صورتحال میں ''پنجاب اربن ریسورس سنٹر'' نے متذکرہ نجکاری کے اس عمل اور ''واسا'' کو درپیش موجودہ مسائل کو اپنے غور و فکر کا محور بنایا۔ اس کے پیش نظر بین الاقوامی سطح پر فراہمی آب کی سرکاری سہولیات کی نجکاری جیسے تجربات کی روشنی میں لاہور واسا کی نجکاری کے عمل کو سمجھنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس عمل سے وابستہ کرداروں اور مفادات کے حامل افراد سے مذاکرات اور انٹرویو کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ علاوہ ازیں سرکاری و غیر سرکاری اداروں و تنظیموں کی طرف سے جاری کردہ مختلف رپورٹوں، خصوصی اشاعتوں اور اخبارات میں چھپنے والے مضامین پر بھی گہری نظر رکھی۔ اس طریقہ کار سے حاصل شدہ اسباق اور نتائج پر مشتمل اس رپورٹ کی اشاعت کا اولین مقصد حکومت اور عوام کو ایک دوسرے کے قریب لانا ہے۔

پنجاب اربن ریسورس سنٹر ان تمام کا تہہ دل سے شکر گزار ہے جنہوں نے اپنے علم کے ذریعہ ہم سے سانجھ قائم کی جس سے ہمیں ''واسا'' کی نجکاری کے عمل کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد ملی۔ اس طرح شہریوں بالخصوص غریبوں پر پڑنے والے اس کے سنگین اثرات کا بخوبی اندازہ ممکن ہو سکا۔

ہم لاہور واسا، محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ پنجاب، اربن یونٹ، واسا ٹریڈ یونین اور لاہور واٹر ایکشن کمیٹی کے خصوصی طور پر مشکور ہیں جنہوں نے ہمیں اپنی گرانقدر حمایت اور تعاون کے قابل سمجھا۔

پیش لفظ

مفادات کی نشوونما میں سیاسی اور اقتصادی نظاموں کا کلیدی کردار ہوتا ہے۔ مقتدر ڈھانچہ ان مفادات کو قوت بخشتا ہے اور اس طرح یہ مزید مضبوط ہو جاتے ہیں۔ بلاشبہ آزاد منڈی کی عالمگیریت کا استعارہ ہمارے دور کو ہر لحاظ میں اپنے شکنجہ میں لے چکا ہے۔ آج یہ استعارہ دنیا بھر کی قومی پالیسیوں، معیشتوں اور ثقافتوں کو تبدیل کر رہا ہے۔ پاکستان میں نولبرل ازم (Neo-Liberalism) کے اصولوں کے تحت بین الاقوامی مالیاتی اداروں اور بین الاقوامی ترقیاتی بینکوں نے 1980ء کی دہائی سے اپنی شرائط اور پالیسیوں کے تحت ہمیں ترقی کی شاہراہ پر ہانکنے کی سعی کی ہے۔ ان پالیسیوں میں ڈی ریگولیشن اور پبلک سہولیات کی نجکاری سرفہرست ہیں۔ یہ پالیسیاں اپنے اثرات کے حوالے سے وسیع پیمانہ پر شدید تنقید کی زد میں ہیں۔ جس بھی ترقی پذیر ملک نے ان پالیسیوں کو اپنا ''زیور'' بنایا ہے، وہاں پر غربت کی حالت پہلے سے بھی مخدوش ہوتی دکھائی دی ہے۔

دنیا بھر کے پانی میں سے صرف 2.5 فیصد[1] پانی محض تازہ پانی[2] ہے۔ آبی ذرائع کے آلودہ ہو جانے کے باعث صرف اسی قدر پانی پینے کے قابل رہ گیا ہے۔ اعداد و شمار سے اس امر کا اندازہ لگایا گیا ہے کہ کرۂ ارض میں ہر بیس سال بعد پانی کے استعمال میں دوگنا اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ پانی کے ذرائع میں روز بروز آلودگی، کمیابی، راستہ کی تبدیلی اور ناجائز حصول میں اضافہ ہو رہا ہے۔[3] اقوام متحدہ کی رپورٹوں کے مطابق 31 ممالک پانی کی قلت کے مسئلہ سے دوچار ہیں جبکہ تادم تحریر دنیا بھر میں پھیلے ایک ارب سے زائد لوگ ابھی تک پینے کے صاف پانی سے محروم ہیں۔

200 سالوں سے زائد عرصہ سے دنیا بھر میں فراہمی آب کے اکثر ادارے سرکار کی ملکیت میں ہیں اور ان اداروں کو چلانا بھی سرکار ہی کے ذمہ ہے۔ واضح رہے کہ یورپ میں بلدیات کے نظام کا ظہور تو انیسویں صدی میں نجی ٹھیکیداروں کی خراب کارکردگی اور دھاندلیوں کا تدارک کرنے کی غرض سے ہوا تھا۔ لیکن آج ان سرکاری اداروں کی کارکردگی پر ہر کوئی تنقید کرتا دکھائی دیتا ہے۔ پچھلے پندرہ سالوں میں ترقی پذیر ممالک کو امداد دینے والے دیوقامت امدادی اداروں کی تمام تر پالیسی کی بنیاد ریاستی کنٹرول میں قائم فراہمی آب کی سہولیات کے اداروں کی نجکاری ہے۔ اس خطرہ کے باوجود کہ دنیا کی کل آبادی کا دو تہائی 2025ء میں پینے کے صاف پانی سے محروم ہو جائے گا، آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور علاقائی ترقیاتی بینکوں نے تیسری دنیا کے ممالک کی حکومتوں پر فراہمی آب کے اداروں کی نج کاری کے حوالے سے شدید دباؤ جاری رکھا ہوا ہے۔ اپنی من پسند اصطلاحوں ''پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ'' اور ''نجی شعبہ کی شمولیت'' کے نام پر بنائی گئی پالیسی کا مقصد حکومتوں کو نجی شعبہ کی نسبتاً زیادہ خودمختارانہ حیثیت تسلیم کرنے پر مجبور کرنا ہے۔ ''واٹر مارکیٹ'' میں اب بڑی بڑی عالمی کارپوریشنوں کی آمد کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ اخباری رپورٹوں کے مطابق پانی، توانائی، خوراک اور جہاز رانی سے متعلق کمپنیاں ایسی منصوبہ بندی کر رہی ہیں جس کے تحت فراہمی آب کے سرکاری اداروں کو نجکاری کے بعد خرید لیا جائے۔ وہ پانی کے حقوق خریدیں، اس کو بوتلوں میں بھریں اور رسل و رسائل کے ذرائع کو زیر استعمال لاتے ہوئے وافر پانی والے علاقوں سے اس کی ترسیل کو یقینی بنائیں۔ اس حاصل شدہ پانی کو ان علاقوں میں وسیع پیمانہ پر فروخت کریں جہاں یہ شدید طور پر کمیاب ہے۔[4] یہی وجہ ہے کہ ان وقوع پذیر ہو چکی بڑی تبدیلیوں کے باعث بیشتر ممالک کو وسیع پیمانہ پر تنازعات اور تضادات نے گھیر رکھا ہے۔

فراہمی آب سے وابستہ خدمات کی نجکاری کرنے کے عمل کی مکمل طور پر ناکامی دنیا بھر کے شہروں میں مسلسل جاری ہے۔ اس سے بدنظمی کا فروغ ہوا ہے اور ان گنت غریب آبادیوں کے مکینوں کے مصائب اور مشکلات میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی آئی ایف آئی کی حمایت یافتہ ''ورلڈ واٹر کونسل'' اور ''ورلڈ واٹر فورم'' جیسی عالمی تنظیموں کے خلاف مزاحمتی لہر کو عوامی تحریکوں کے ذریعہ منظم کیا جا رہا ہے۔ یاد رہے، ان عالمی تنظیموں کی شناخت عام طور پر دنیا بھر کی بڑی واٹر کمپنیوں کے مفادات کی ترقی و ترویج سے منسوب ہو چکی ہے۔ دوسری طرف دنیا بھر کی حکومتیں اپنے آبی ذرائع کو محفوظ بنانے اور عوامی ضروریات کے تقاضے کے پیش نظر فوری اقدامات کرنے کی بجائے اپنے ان فرائض سے ہی پیچھا چھڑوانے کے درپے ہو چکی ہیں۔

مقامی اور عالمی سطح پر غریب اور امیر کی تقسیم کوئی نیا مظہر نہیں ہے۔ حکومتوں کے موجودہ رویہ نے شہریوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ عالمی سطح پر تعین کردہ اقدامات سے قومی سطح پر پڑنے والے اثرات کی سنگینی نے عام لوگوں کو بہت سے خطرات سے نبرد آزما کر دیا ہے۔ اس سے قبل ان کی فلاح و بہبود کو ایسا کوئی خطرہ لاحق نہ تھا۔ ان ممالک کی اکثریتی آبادی غربت کا شکار ہے۔ ان ممالک کے تجربات سے تو یہ ہی سبق حاصل کیا جا سکتا ہے کہ ترقی سے متعلق تمام تر ویژن کو جانچنے یا پرکھنے کا آلہ محض وہ سادہ سچ ہے جس کا اندازہ ترقی کے نتیجہ میں زندہ رہنے کے لیے فراہم کی گئی سہولیات سے ہوتا ہے۔

ان حالات میں سول سوسائٹی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ حقائق کا کھل کر اظہار کرے اور اس امر کو یقینی بنائے کہ زمینی سطح پر موجود حقائق کی بھرپور انداز میں شنوائی کی گئی ہے؟ پنجاب اربن ریسورس سنٹر کا بنیادی مقصد فراہمی آب کی سرکاری سہولیات کی نجکاری کی وجہ سے عام شہریوں پر پڑنے والے وسیع تر اثرات کے بارے جانکاری حاصل کرنا ہے۔ اس مطالعہ کا حاصل بحث یہ نقطہ ہے کہ کیا ''ترقی'' کے اس ماڈل کو عام لوگوں کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے بنایا گیا ہے؟ عام لوگوں کو اس سے تب تک کوئی فائدہ نہیں ہوگا جب تک ''ترقی'' کے اس ماڈل کی تشکیل میں عام لوگوں کی نمائندگی نہ ہو اور ان کی ضروریات اور مطالبوں کو شامل نہ کیا جائے۔

فہرست

پڑھنے والوں کی آسانی کے لیے اصلاحات کا ترجمہ 10

پہلا باب: پانی کی نجکاری: حقائق اور تاریخی تناظر 11

1.1 فراہمی آب کا تاریخی ارتقاء
1.2 سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام اور تخفیف غربت سے متعلق حکمت عملی بارے دستاویزات
1.3 آبی معاملات میں عالمی دلچسپیاں
1.3.1 عالمی مالیاتی اداروں کی اصلاحی حکمت عملی
1.3.2 پائیداری سے متعلق عالمی دلچسپی
1.3.3 عالمی آبی کمپنیوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپیاں
1.3.4 متنازعہ عالمی آبی فورم
1.3.5 فراہمی آب کے حق میں چلائی جانے والی عوامی تحریکیں
1.4 عالمی معاہدے اور قومی پالیسیاں

باب نمبر 2: لاہور واسا: نجکاری کی طرف بڑھتے ہوئے قدم 16

2.1 پاکستان میں شہری علاقوں کے لیے فراہمی آب
2.2 لاہور
2.3 لاہور واسا
2.3.1 لاہور واسا کے فرائض
2.3.2 انتظامیہ
2.3.3 آبی ترسیل کا نظام
2.3.4 بلوں کا اجراء اور ان کی وصولی
2.3.5 بجٹ اور فیصلہ سازی
2.3.6 ریونیو کی وصولی کے باوجود خسارہ؟
2.4 مسائل اور گھاٹے (واسا کے نقطہ نظر سے)
2.5 شہریوں کے مسائل بارے
2.6 نجکاری کی طرف پیش قدمی
2.6.1 آبی نجکاری سے متعلق عالمی بینک کی پالیسی
2.6.2 ایشیائی ترقیاتی بینک کی نئی آبی پالیسی

2.6..3 پاکستان کا مقدمہ
2.6.4 کے ڈبلیو ایس بی کی نجکاری کی کوشش
2.6.5 لاہور واسا کی نجکاری کی کوششیں
2.7 واسا لاہور: نجکاری کی دوسری کوشش
2.7.1 نجی شعبہ کی شمولیت: مطالعاتی جائزہ اور حکمتِ عملی بارے اک رپورٹ
2.7.2 اخباری رپورٹیں اور عمومی صورتحال
2.7.3 واسا کے لیے عالمی بینک کی سفارشات
2.8 واسا کی نجکاری: موجودہ صورتحال
2.9 حاصل بحث

باب نمبر 3: دنیا بھر میں آبی نجکاری کے ناکام تجربات 27

3.1 سیاق وسباق اور پس منظر
3.1.1 آبی نجکاری کی اقسام
3.1.2 ناکامیوں کا اعتراف
3.2 آبی سہولیات کی نجکاری کی نوعیت
3.3 ”ناکامی“ کیا ہے؟ بین الاقوامی تجربات کی روشنی میں
3.3.1 ارجنٹائن
3.3.2 فلپائن
3.3.3 بولیویا
3.3.4 ساؤتھ افریقہ
3.3.5 ریاست ہائے متحدہ امریکہ
3.3.6 برطانیہ
3.3.7 تنزانیہ
3.3.8 نائیجیریا
3.4 حاصل بحث

باب نمبر 4: نجکاری کی بجائے سرکاری شعبہ میں اصلاحات 36

4.1 واسا کو درپیش چیلنج
4.2 آبی نجکاری کے فوائد کے ضمن میں پھیلائی گئی خوش فہمیاں
4.2.1 سرمایہ کاری برائے توسیع
4.2.2 سرمایہ
4.2.3 بدعنوانی بمقابلہ شفافیت
4.3 پیش قدمی کا راستہ

4.3.1 نااہلی سے اعلیٰ کارکردگی تک
4.3.2 بدعنوانی سے نجات اور یقینی احتساب
4.3.3 سرمایہ کی ضرورت
4.3.4 پانی کی قیمت کا تعین اور پانی کے ضیاع سے نجات
4.3.5 واسا والوں کی بھی سنیئے

باب نمبر 5: لاہور کی سول سوسائٹی کا ردِ عمل 42

5.1 تعارف
5.2 سول سوسائٹی کا نمایاں ہوتا ہوا کردار
5.2.1 مشترکہ تال میل
5.2.2 معلومات کا حصول اور تحقیق
5.2.3 مباحثے کی ابتداء
5.2.4 سول سوسائٹی کے اخذ کردہ نتائج
5.2.5 وکالت اور تشہیر
5.3 نتیجہ

باب نمبر 6: اصلاحات کی طرف پیش قدمی 47

6.1 حقیقی مسئلہ
6.2 پانی بطور اک بنیادی انسانی حق
6.3 اصلاحات کے لیے لازمی اصول
6.3.1 کھلا پن اور شفافیت
6.3.2 آزادانہ تحقیق
6.3.3 واسا ملازمین اور یونین عہدیداروں کی فیصلہ سازی میں شمولیت
6.3.4 آزاد ریگولیٹری بندوبست
6.3.5 شہریوں اور مفاداتی گروپوں کی نمائندگی کے لیے فورموں کی تشکیل
6.3.6 قومی آبی پالیسی
6.3.7 سیاسی عزم اور عوامی خدمت کا حقیقی جذبہ

ضمیمہ جات

ضمیمہ نمبر1: واسا کا علاقہ اور حدود 51
ضمیمہ نمبر2: واسا بارے بنیادی معلومات 52
ضمیمہ نمبر3: واسا لاہور۔ پانی و سیوریج کی قیمت بارے اعداد و شمار 53
ضمیمہ نمبر4: واسا کا بجٹ اور اخراجات 54
ضمیمہ نمبر5: ممبران لاہور واٹر ایکشن کمیٹی 55

تصاویر کی تفصیل

تصویر نمبر1: فراہمی آب کی بین الاقوامی کمپنیاں 13
تصویر نمبر2: چوتھے عالمی آبی فورم کا اک منظر 14
تصویر نمبر3: میکسیکو شہر میں چوتھے عالمی آبی فورم کے خلاف مظاہرین احتجاجی جلوس نکالتے ہوئے 15
تصویر نمبر4: واسا لاہور کا ٹینکر 18
تصویر نمبر5: واسا لاہور کی ٹریکٹر ٹرالی 18
تصویر نمبر6: واسا ہیڈ آفس 19
تصویر نمبر7: واسا کا ایک ڈرین 20
تصویر نمبر8: بولیویا میں پانی پر ہونے والی دھکم پیل کا اک منظر 29
تصویر نمبر9: کوچابامامیں احتجاج کا ایک منظر 31

حوالہ جات 56

پڑھنے والوں کی آسانی کے لیے اصلاحات کا ترجمہ

1-	اے ڈی بی۔ ایشیئن ڈویلپمنٹ بنک۔	(ایشیائی ترقیاتی بنک)
2-	سی ڈی جی ایل۔ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور۔	(شہری ضلعی حکومت لاہور)
3-	جی او آر۔ گزیٹڈ آفیسر ریذیڈنٹس۔	(حکومت کے اعلیٰ افسران کی رہائشی کالونی)
4-	آئی سی ایس آئی ڈی۔ انٹرنیشنل سنٹر فار دی سیٹلمنٹ آف انویسٹمنٹ ڈسپیوٹس۔	(عالمی مرکز برائے تصفیہ سرمایہ کاری تنازعات)
5-	آئی ایف آئی۔ انٹرنیشنل فنانس انسٹی ٹیوشنز	(عالمی مالیاتی ادارے)
6-	آئی ایف سی۔ انٹرنیشنل فنانس کارپوریشن	(عالمی مالیاتی کارپوریشن)
7-	آئی ایم ایف۔ انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ۔	(عالمی مالیاتی فنڈ)
8-	کے ڈبلیو ایس بی۔ کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ	(کراچی میں فراہمی آب و سینی ٹیشن کا ادارہ)
9-	ایل ایس ڈبلیو سی۔ لاگوس سٹیٹ واٹر کمپنی	(لاگوس میں فراہمی آب کا ریاستی ادارہ)
10-	ایل ڈی اے۔ لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی۔	(ادارہ ترقی لاہور)
11-	ایل آئی ٹی۔ لاہور امپرووومنٹ ٹرسٹ	(ترقی لاہور ٹرسٹ)
12-	ایم ڈی بی۔ ملٹی لیٹرل ڈویلپمنٹ بینکس	(بین الاقوامی ترقیاتی بنکوں کا اشتراک)
13-	این پی ایم۔ نیو پبلک مینجمنٹ۔	(پبلک اداروں کے انظام وانصرام کا نیا طریقہ کار)
14-	او ای سی ڈی۔ آرگنائزیشن فار اکنامک کوآپریشن اینڈ ڈویلپمنٹ	(تنظیم برائے معاشی تعاون اور ترقی)
15-	پی اینڈ ڈی۔ ڈیپارٹمنٹ آف پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ	(محکمہ برائے منصوبہ بندی و ترقی)
16-	پی آر ایس پی۔ پاورٹی ریڈکشن سٹریٹیجی پیپرز	(تخفیف غربت سے متعلق حکمت عملی بارے دستاویزات)
17-	پی ایس آئی آر یو۔ پبلک سروسز انٹرنیشنل ریسرچ یونٹ	(بین الاقوامی تحقیقی ادارہ برائے عوامی خدمات)
18-	پی یو آر سی۔ پنجاب اربن ریسورس سنٹر	(پنجاب کے شہری مسائل کے حوالے سے کام کرنیوالا اک ادارہ)
19-	آر ڈبلیو اے۔ ریجنل واٹر اتھارٹی	
20-	ایس اے پی۔ سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام	(80 کی دہائی میں ورلڈ بینک کے تعاون سے شروع ہونیوالا اک سلسلہ)
21-	ٹی ایم اے۔ تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن	
22-	یو این۔ یونائیٹڈ نیشن	(اقوام متحدہ)
23-	یو این ای پی۔ یونائیٹڈ نیشن اینوائرمنٹ پروگرام	پروگرام برائے ماحولیات، اقوام متحدہ
24-	واسا۔ واٹر اینڈ سینی ٹیشن اتھارٹی	پانی و سینی ٹیشن کا ادارہ
25-	ڈبلیو ڈی ایم۔ ورلڈ ڈویلپمنٹ موومنٹ	عالمی ترقیاتی لہر
26-	ڈبلیو ڈبلیو سی۔ ورلڈ واٹر کونسل	عالمی آبی کونسل
27-	ڈبلیو ڈبلیو ایف۔ ورلڈ واٹر فورم	عالمی آبی فورم

پہلا باب

پانی کی نجکاری

حقائق اور تاریخی تناظر

1.1 فراہمی آب کا تاریخی ارتقاء

دنیا بھر میں فراہمی آب سے متعلقہ خدمات سرکار فراہم کرتی ہے۔ دیکھا جائے تو اس کا تناسب 95 فیصد سے زیادہ ہے۔[5] ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں فراہمی آب سے متعلقہ خدمات کے حوالے سے مختلف طریقہ کاروں پر عمل ہوتا ہے۔ عمومی طور پر برطانوی قبضے سے قبل ہمارے ہاں سرکاری سطح پر فراہمی آب کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔ نوآبادیاتی دور میں بھی فراہمی آب جیسی خدمات نہایت ہی محدود سطح پر نوآبادیاتی اشرافیہ کو ہی میسر رہیں۔ یہ تو آزادی کا اعجاز ہے کہ سب لوگوں کے لیے انفراسٹرکچر اور عوامی (پبلک) خدمات کا تصور متعارف ہوا۔[6]

یورپ میں شہری سطح پر فراہمی آب سے متعلقہ نظاموں کے سلسلے کا اجراء 17 ویں اور 18 ویں صدیوں میں نہایت ہی محدود سطح پر دولت مند صارفین کی سہولت کے لیے متعارف کروایا گیا تھا۔[7] 19 ویں صدی میں یورپی شہروں کی تعداد بڑھ جانے کے سبب پانی کے تصرف کی طلب بھی بڑھتی گئی۔ اس طرح ان ابتدائی نظاموں کے ساتھ ساتھ نجی کمپنیوں کے آبی نظام کا سلسلہ بھی قائم ہونا شروع ہوگیا۔ بہرطور انیسویں صدی میں ہی تقریباً تمام یورپی ممالک میں ان سہولیات کا انتظام میونسپلٹیوں نے سنبھال لیا تھا۔ یہاں پر میونسپلٹیوں کے نظام کا اجراء اس لیے کیا گیا تھا کہ نجی ٹھیکیداروں کی عدم فعالیت، اضافی لاگت اور بدعنوانی کا تدارک کیا جاسکے۔ بعدازاں جمہوری طور پر منتخب شہری کونسلوں نے خدمات میں اضافہ کر کے موثر انتظام کے ذریعہ مقامی لوگوں کو زیادہ سہولتیں بہم پہنچائیں۔[8]

1.2 سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام اور تخفیف غربت سے متعلق حکمت عملی بارے دستاویزات

پاکستان میں ترقی سے متعلق کیے گئے فیصلوں اور عملی کاروائیوں میں 1950ء کی دہائی سے ہی عالمی مالیاتی اداروں کا نمایاں کردار رہا ہے۔ امدادی نوازشات کا حامل یہ گروہ بین الاقوامی بینکوں پر مشتمل ہے جیسے عالمی بینک، عالمی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) اور ایشیائی ترقیاتی بنک (اے ڈی بی) پر مشتمل ہے۔ یہ وہی ادارے ہیں جنہوں نے عمومی طور پر ہمارے ملک کی ترقی کی راہ متعین کی ہے۔ ان بین الاقوامی ترقیاتی بینکوں (ایم ڈی بی) نے 1980ء کی دہائی میں سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام جاری کیا جبکہ 90ء کی دہائی میں غربت میں تخفیف لانے کی حکمت عملی بارے دستاویزات (Poverty Reduction Strategy Papers) کو متعارف کروایا۔ اگرچہ یہ اعتراف تو کیا گیا ہے کہ ترقی پذیر ممالک کی حکومتیں فراہمی آب اور سینیٹیشن کی خاطر خواہ سہولتوں کا مناسب بندوبست کرنے کی اہلیت نہیں رکھتیں۔ لیکن ان کی اہلیت بڑھانے کے لیے پچھلے بیس سالوں میں انہی عالمی مالیاتی اداروں کی مذکورہ حکمت عملیوں اور ہدایات کے تابع کیے گئے ہر اقدام نے تو درحقیقت مسئلہ میں مزید بگاڑ ہی پیدا کیا ہے۔ غربت نوازی جیسی مصنوعی لفاظی پر مشتمل پالیسی کے تحت ان بین الاقوامی مالیاتی اداروں کا حکومت

پاکستان کو یہ مشورہ ہے کہ وہ قومی قرضوں کی ادائیگی کے لیے سرمائے کی گنجائش پیدا کرنے کی غرض سے خدمات اور سوشل انفراسٹرکچر پر کیئے جانے والے سرکاری اخراجات میں کٹوتی کرے۔ عالمی مالیاتی فنڈ اور عالمی بنک کی پالیسی کا تو ایک ہی معیار ہے۔ اس کے تحت حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ حکومت کی جانب سے دی جانے والی رعایتوں میں کٹوتی کرے۔ ٹیکسوں سے اکٹھی ہونے والی رقم (ریونیو) کو بڑھائے اور پبلک سیکٹر کے حجم کو نجکاری کے عمل کے ذریعہ کم کرے۔ مستقبل میں دیئے جانے والے قرضوں کے سلسلہ میں بھی اکثر ایسی ہی شرائط کا تقاضہ کیا جاتا ہے۔ اس کا صریحاً مطلب یہ ہے کہ اپنے صنعتی اور کاروباری پبلک اداروں، جیسے پانی، بجلی اور مواصلات سے متعلق محکموں کو نجی کمپنیوں کے ہاتھوں فروخت کر دیا جائے۔ [9]

عالمی مالیاتی فنڈ اور عالمی بنک کی پالیسی کا تو ایک ھی معیار ھے۔ اسکے تحت حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا جاتا ھے کہ وہ حکومت کی جانب سے دی جانیوالی رعایتوں میں کٹوتی کرے۔ ٹیکسوں سے اکٹھی ھونیوالی رقم (ریونیو) کو بڑھائے اور پبلک سیکٹر کے حجم کو نجکاری کے عمل کے ذریعہ کم کرے۔ مستقبل میں دئیے جانیوالے قرضوں کے سلسلہ میں بھی اکثر ایسی ھی شرائط کا تقاضہ کیا جاتا ھے۔ اسکا صریحاً مطلب یہ ھے کہ اپنے صنعتی اور کاروباری پبلک اداروں، جیسے پانی، بجلی اور مواصلات سے متعلق محکموں کو نجی کمپنیوں کے ھاتھوں فروخت کر دیا جائے۔

1.3 آبی معاملات میں عالمی دلچسپیاں

1.3.1 عالمی مالیاتی اداروں کی اصلاحی حکمت عملی

آبادی کے پھیلاؤ اور غربت میں اضافہ جیسے جڑواں مسائل کے سبب دنیا بھر کے لاتعداد ترقی پذیر ممالک کے شہریوں کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے۔ اقوام متحدہ نے 1981-1990 کی دہائی کو پینے کے پانی کی فراہمی اور سینی ٹیشن کے طور پر منانے کا اعلان کیا۔ 1980ء سے قبل فراہمی آب کے طریقہ کار میں بہتری لانے کے لیے ضروری تکنیکی مشینری مہیا کرنے کے عمل کو فوقیت دی جاتی تھی۔ اس وقت یہ سوچ تھی کہ بہتر خدمات کی فراہمی میں جو بھی رکاوٹیں ہیں وہ تکنیکی نوعیت کی ہیں۔ [10] لیکن چند ہی سالوں بعد اس امر کی وضاحت کی گئی کہ خدمات کی فراہمی میں بہتری لانے کے لیے محض تکنیکی پہلو پر ہی تمام تر توجہ مرکوز رکھنا کافی نہیں۔ [11] جس کے بعد 1990ء کی دہائی کی ابتداء میں تکنیکی ذرائع کی بجائے مسائل کے حل کو انتظامی اور ادارہ جاتی طریقہ کار میں تبدیلی سے جوڑ دیا گیا۔ فراہمی آب کی سہولیات میں بہتری لانے کے لیے انتظامی سوچ کے حوالے سے بیک وقت دو طرح کی حکمت عملیاں اپنائی گئیں۔ پہلی تو یہ کہ اصلاح کے نام پر فراہمی آب کی سرکاری سہولیات کے انتظام کو رعایتی ٹھیکوں اور ایسے ہی دیگر معاہدوں کے ذریعہ نجی شعبہ کے سپرد کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اصلاحات کی ناکامی کی صورت میں [12] ان سہولیات کی فراہمی تو انتظامی طور پر پبلک اداروں کے پاس ہی رہیں لیکن انتظامی طریقہ کار ایسا متعارف کروایا جائے جس کے ذریعہ یہ عملی طور پر نجی شعبہ سے مربوط ہوں۔ [13]

1.3.2 پائیداری سے متعلق عالمی دلچسپی

"عالمی کمیشن برائے ماحولیات اور ترقی" (برونڈٹ لینڈ کمیشن) نے 1987ء میں "ہمارا مشترکہ مستقبل" کے عنوان سے عالمی ماحولیات سے متعلق درپیش مسائل پر ایک رپورٹ میں پانی کی تنازعہ ہی ماحولیات سے جڑے ہوئے اک بنیادی مسئلہ کے طور پر کی تھی۔

پانی سے متعلق بین الاقوامی کانفرنس منعقدہ ڈبلن (آئرلینڈ) 1992ء میں بھی پانی اور ماحولیات کے مسائل ہی تمام تر بحث وتمحیص کا محور

رہے تھے۔ 1996ء میں مختلف امداد دینے والی عالمی تنظیموں کے مشترکہ تعاون سے عالمی آبی کونسل (World Water Council) اور عالمی آبی اشتراک (Global Water Partnership) جیسے اداروں کا قیام عمل میں آیا تھا۔

1.3.3 عالمی آبی کمپنیوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپیاں

"عالمی ترقی" کے اس منتر کا دعویٰ ہے کہ سرکاری محکمے (پبلک سیکٹر) دنیا بھر کی آبادی کو آبی سہولیات فراہم کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں۔ ایسی ہی ترغیبات کے متوازی عالمی مالیاتی اداروں کے جاری کردہ پالیسی ایجنڈوں کی بدولت چند ایک بڑی عالمی آبی کمپنیوں کی نظر میں "پانی" بھی ایک نفع بخش کاروبار بنتا جا رہا ہے۔ اس سوچ کے تحت عالمی مالیاتی اداروں نے پچھلے پندرہ سالوں میں خصوصاً ترقی پذیر دنیا کے سرکاری (پبلک سیکٹر) اداروں میں شراکت کا راستہ فراہم کر دیا ہے۔ اس شعبہ میں یوں تو بہت سی بڑی عالمی نجی آبی کمپنیاں شامل ہیں لیکن اس پورے شعبہ پر حکمرانی دو فرانسیسی ملٹی نیشنل کارپوریشنوں Vivendi SA اور Suez Lyonnaise des Eau[14] ہی کو حاصل ہے۔

تصویر نمبر 1: پانی کی بین الاقوامی کمپنیاں

1.3.4 متنازعہ عالمی آبی فورم

عالمی بینک نے بڑی آبی کمپنیوں اور حکومتی ترقیاتی اداروں کے اشتراک عمل سے آبی ذرائع پر عائد شدہ قواعد کے خاتمہ اور ان کی نجکاری کے مقاصد کے حصول کی تکمیل کی خاطر عالمی تنظیموں کی ایک لڑی قائم کی ہے۔[15] ان میں نمایاں ترین "گلوبل واٹر پارٹنرشپ" اور "ورلڈ واٹر کونسل" ہیں۔ ان دونوں اداروں کا قیام 1996ء میں عمل میں لایا گیا تھا۔ بعد ازاں ورلڈ واٹر کونسل نے اس دعویٰ کے ساتھ "ورلڈ واٹر فورم" کی بنیاد رکھنے کی تجویز دی تھی کہ وہ اکیسویں صدی کے عالمی آبی مسائل کے سلسلہ میں کیے جانے والے مذاکروں میں تعاون اور ان میں پیش کردہ تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جدوجہد کرے گی۔ اس تجویز کو عالمی واقعہ قرار دیا گیا کیونکہ اس کی تشکیل کے اعلان پر وزارتی سطح کے دستخط ہو جانے سے اس کو حکومتوں کی تائید حاصل ہو گئی تھی۔[16] 1997ء میں پہلا ورلڈ واٹر فورم مراکو (مراکش) میں منعقد کیا گیا۔ جبکہ دوسرا 2000ء میں ہالینڈ کے دارالحکومت ہیگ میں منعقد کیا گیا۔ دوسرے فورم میں فراہمی آب کے کاروبار میں سرمایہ کاری و انتظام و انصرام سے متعلق کئی ایک تنظیموں اور نجی آبی کمپنیوں کو بھی مدعو کیا گیا۔ عوامی تنظیموں کی طرف سے نجی آبی کمپنیوں کو مدعو کرنے کے عمل پر شدید تنقید کی گئی۔ اس فورم میں ورلڈ واٹر کونسل کی تائید سے جو نصب العین تیار کیا گیا اس کے تحت ایک ماڈل بھی ابھارا گیا ہے۔ یہ ماڈل تاجرانہ طریقہ کار، نجکاری اور وسیع ترغیبات کے ذریعہ نجی شعبہ کی معاونت کرتے ہوئے آبی ذرائع پر ہر قسم کے کنٹرول کے خاتمہ کی تکمیل کا تقاضا کرتا ہے۔[17] اسی دوران واٹر کونسل ایک ایسی غیر نمائندہ اور غیر جمہوری تنظیم کے طور پر کافی مشہور ہو گئی جس نے محض عالمی مالیاتی اداروں، بڑی ملٹی نیشنل آبی کارپوریشنوں اور غیر حکومتی تنظیموں کی رکنیت کے بل بوتے پر اپنا تمام تر اثر و رسوخ بڑھا رکھا ہے۔ یہ کونسل اس امر کی بھی دعویدار ہے کہ وہ دنیا بھر کے عوام کی نمائندہ بنیادی تنظیموں سے کسی قسم کی مشاورت، مذاکرات یا منظوری لیے بغیر مستقبل میں دنیا کے آبی مسائل پر "اتفاق رائے" تک پہنچ چکی ہے۔[18]

2003ء میں تیسرے ورلڈ فورم کا انعقاد جاپان کے شہر کیوٹو (Kyoto) میں کیا گیا۔ اس فورم کو ترقی پذیر دنیا میں آبی سہولیات کی نجکاری کے سلسلہ میں وسیع پیمانہ پر مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ غیر سرکاری تنظیموں اور سول سوسائٹی کے دیگر گروپوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور مظاہرے کیے۔ ان کا استدلال تھا

تصویر نمبر 2: چوتھے عالمی آبی فورم کا اک منظر نامہ

بھرطور انیسویں صدی میں ھی تقریباً تمام یورپی ممالک میں ان سہولیات کا انتظام میونسپلٹیوں نے سنبھال لیا تھا۔ یھاں پر میونسپلٹیوں کے نظام کا اجراء اسلئے کیا گیا تھا کہ نجی ٹھیکیداروں کی عدم فعالیت، اضافی لاگت اور بدعنوانی کا تدارک کیا جا سکے۔

کہ یہ فورم فراہمی آب کی سہولیات کو نجی شعبہ (کارپوریٹ سیکٹر) کے قبضہ میں دینے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ 2006ء میں چوتھا ورلڈ واٹر فورم میکسیکو (امریکہ) میں منعقد کیا گیا۔ اس میں صرف کارپوریٹ سیکٹر اور آبی سہولیات کی نجکاری کے خواہشمند حلقوں کی ہی شمولیت پر اکتفا کیا گیا اور سول سوسائٹی کو مختلف قسم کی پابندیوں کے ذریعہ اس سے دور رکھا گیا۔ اس میں شرکت کے لیے جانے والے ایک پاکستانی صحافی عون ساہی کے مطابق مشتہر کی گئی پابندیوں کے علاوہ اس فورم میں شرکت کے لیے نہایت ہی زیادہ اخراجات کا مطالبہ کیا گیا تھا۔[19] یہی وجہ ہے کہ سٹیج پر زیادہ وقت نجی کمپنیوں اور قومی حکومتوں کے نمائندوں کا قبضہ برقرار رہا۔ جبکہ حکومتوں کی طرف سے اجلاس میں سوائے اپنی کوتاہیوں اور ناکامیوں کا اعتراف کرنے کے علاوہ اور کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ جبکہ نجی سیکٹر نجکاری کے انتظامات کی وکالت ''رعایتوں'' سمیت ''بناؤ، چلاؤ، منتقل کرو'' (بلڈ، آپریٹ، ٹرانسفر) کے طریقہ کار کو بطور حل پیش کرتا رہا۔[20] عالمی سطح کے اس واقعہ کی مخالفت میں احتجاج کرنے والوں کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ ایسے فورم کا انعقاد بڑی کارپوریشنوں کے مفاد اور منافعوں کے لیے کیا جاتا ہے نہ کہ غریبوں کے لیے۔[21] اس سلسلے میں شہر کے نواح میں رہنے والا ایک تعمیراتی ورکر اپنے الفاظ میں یہ اظہار کرتا ہے ''ہم تو صرف اپنے پانی پر قطعی رائے دینے اور اس کا انتظام خود چلانے کا اختیار چاہتے ہیں۔ جیسا کہ ہم ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں''۔ لہذا صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لیے اس کے ساتھ ہی میکسیکو کی سول سوسائٹی اور غیر سرکاری تنظیموں نے متبادل ''واٹر فورم'' کو منظم کر کے میکسیکو کے ہی شہر میں اس کا بھی انعقاد کر ڈالا۔

1.3.5 فراہمی آب کے حق میں چلائی جانے والی عوامی تحریکیں

فراہمی آب کی پبلک سہولیات کی نجکاری جیسے سنگین حادثہ کے بارے میں بڑھتی ہوئی جانکاری کے باعث دنیا بھر کی سول سوسائٹی نے اس کی مخالفت میں کئی ایک تحریکوں کا آغاز کر دیا ہے۔ انہی میں سے ایک ورلڈ ڈویلپمنٹ موومنٹ (WDM) کی مدد سے چلنے والی مہم ''غلیظ امداد، گندا پانی'' بھی ہے۔ ڈبلیو ڈی ایم کے مطابق ورلڈ واٹر فورم از خود اپنے آپ کو آبی مسائل پر تحفظات رکھنے والوں کا نمائندہ قرار دینے کے عمل میں غلطاں ہے۔ جبکہ اقوام متحدہ نے اس کی یہ حیثیت قطعاً تسلیم نہ کر رکھی ہے اور نہ ہی اقوام متحدہ کے کسی ادارہ کو جوابدہ ہے۔[22] مزید یہ کہ ورلڈ واٹر کونسل بنیادی طور پر ورلڈ واٹر فورم (ڈبلیو ڈبلیو ایف) کی تشکیل کا ذمہ دار ہے، جو بذات خود نجی سیکٹر سے وابستہ شدید تعصّبات کے حامل ایک تھنک ٹینک کے طور پر جانی جاتی ہے۔ ورلڈ واٹر کونسل کا صدر فراہمی آب کی عالمی کمپنی، سوئیز (Suez) کے ایک ذیلی ادارہ ''مارسیلیز واٹر سپلائی'' (ایس ای ایم) کا بھی صدر ہے۔ اس کے اراکین میں شامل تنظیمیں اور ادارے بھی بڑی آبی کمپنیوں پر مشتمل ہیں مثلاً سوئیز (Suez) اور ڈیگریمونٹ (Degremont)۔[23] عالمی آبی کونسل کے برطانوی اراکین میں سویرن ٹرینٹ (Severn Trent) اور بائی واٹر (Biwater) شامل ہیں۔[24] آبی سہولیات کے ساتھ ساتھ ایسی کمپنیاں بھی شامل ہیں جن کے کاروباری مفادات فراہمی آب اور سینی ٹیشن سے وابستہ ہیں جیسے انٹرنیشنل اکاؤنٹینسی اور کنسلٹینسی کا ادارہ پرائس واٹر ہاؤس کوپرز (Price Water House Coopers)۔ ورلڈ واٹر فورم کی بڑھتی ہوئی مخالفت کے بعد کچھ ہی عرصہ میں کئی ایک واٹر فوروں کی تشکیل بھی کی گئی ہے۔ جیسے اٹلی میں 2003ء میں ''فرسٹ پیپلز واٹر فورم'' اور برازیل میں بھی 2003ء میں ہی سوشل واٹر فورم تشکیل دیا گیا۔

ڈبلیو ڈی ایم کے مطابق ورلڈ واٹر فورم از خود اپنے آپ کو آبی مسائل پر تحفظات رکھنے والوں کا نمائندہ قرار دینے کے عمل میں غلطاں ہے۔ جبکہ اقوام متحدہ نے اس کی یہ حیثیت قطعاً تسلیم نہ کر رکھی ہے اور نہ ہی اقوام متحدہ کے کسی ادارہ کو جوابدہ ہے۔

تصویر نمبر 3: میکسیکو شہر میں چھوٹے عالمی آبی فورم کے خلاف مظاہرین احتجاجی جلوس نکالتے ہوئے

AFP

1.4 عالمی معاہدے اور قومی پالیسیاں

بیان کردہ شواہد کے مطابق پاکستان کے آبی ذخائر کا 95 فیصد زراعتی مقاصد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔[25] لہذا پاکستان کی طرف سے کیے گئے پانی سے متعلق معاہدات، قوانین اور قانون سازی کا زیادہ تر تعلق تازہ پانی، میرین وساحل کے پانی، زراعت، توانائی اور آبی بجلی سے ہے۔

عالمی امداد فراہم کرنے والے ادارے اے ڈی بی کی ہمراہی میں، ایشیا ر پیسیفک کے علاقوں میں آبی ذرائع سے متعلق انتظامات کے سلسلہ میں بڑی سرگرمی کے ساتھ اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

پاکستان کی قومی آبی پالیسی جسے ابھی تک ایک مجوزہ دستاویز[26] کی حیثیت ہی حاصل ہے، کا تمام تر محور آبی ذرائع اور زراعت کی ترقی کے گرد ہی گھومتا ہے۔ جہاں تک میونسپل سطح پر آب رسانی کا تعلق ہے، اس بارے میں عمومی مقاصد تو یہ ہی بتائے گئے ہیں کہ حفظان صحت کے لیے معین شدہ صاف پانی کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے ادارہ جاتی اصلاحات کے ذریعہ انتظامی تنظیموں کو زیادہ متحرک اور جوابدہی کا ذمہ دار بنایا جائے۔ ایسا کرتے وقت پالیسی ہدایات میں تجویز کردہ ''سرمایہ کاری کی تقویت کے لیے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ'' کی ترویج کو پیش نظر رکھا جائے۔ پاکستان نے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر پر بھی دستخط کیے ہوئے ہیں اور 2006ء میں بننے والی اقوام متحدہ کی نئی انسانی حقوق کونسل کا بھی رکن بن چکا ہے۔ ان دستاویزات پر دستخط کرنے والے رکن ممالک سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ عالمی انسانی حقوق کے طے شدہ معیار کو ہر لحاظ سے تسلیم کریں۔ اگرچہ چارٹر میں تو پانی سے متعلق ایسی کوئی شق موجود نہیں جس کے مطابق اس کو بھی بنیادی انسانی حق کی حیثیت حاصل ہو البتہ آرٹیکل 25 میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

''ہر کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ اسے خاطر خواہ معیار زندگی برائے صحت اور فلاح و بہبود بشمول خوراک، لباس، مکان اور طبی سہولیات دستیاب ہوں اور لازمی سماجی خدمات میسر ہوں۔ بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، پیرانہ سالی یا زندگی گزارنے میں ایسی دیگر رکاوٹ جو اس کے اختیار سے ماوراء ہو، کے دوران بھی ہر نسان کے سلامتی کے حق کو تسلیم کیا جانا چاہیے''۔[27] ان حالات میں آواز خلق بن کر یہ سوال سامنے آ چکا ہے کہ آخر پانی پر کس کی ملکیت ہے؟ اس سوال بارے آج نہ صرف عوامی حلقوں میں بات چیت ہو رہی ہے بلکہ بین الاقوامی مذاکروں میں بھی یہ سوال اہمیت اختیار کر چکا ہے۔

باب نمبر2

لاہور واسا: نجکاری کی طرف

بڑھتے ہوئے قدم

2.1 پاکستان میں شہری علاقوں کے لیے فراہمی آب

مقامی حکومتوں کے نظام کے بعد پنجاب کے بڑے شہروں کے انتظام وانصرام کی ذمہ داری شہری ضلعی حکومتوں کو دے دی گئی ہے۔ سینی ٹیشن اور فراہمی آب کے ضمن میں محکمانہ اور انتظامی ذمہ داریوں سمیت پانی کی تقسیم وتوسیع کا کام پانی و سینی ٹیشن کے اداروں کے سپرد کیا گیا۔ لاہور واسا، لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی (LDA) کا ایک ذیلی ادارہ ہے جو سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کی ماتحتی میں اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی کرتا ہے۔

2001ء میں متعارف کرائے گئے مقامی حکومتوں کے نظام میں دیہی اور شہری تقسیم ختم کردی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب پنجاب کے چھوٹے قصبوں اور دیہاتوں کو تحصیل انتظامیہ ہی چلاتی ہے۔ تحصیلوں میں فراہمی آب اور سینی ٹیشن کی ذمہ داری تحصیل میونسپل انتظامیہ (TMA) کے سپرد ہے۔ عمومی طور پر پنجاب میں فراہمی آب اور سینی ٹیشن کو ایک ہی سروس (خدمت) متصور کیا جاتا رہا ہے۔ پینے کے صاف پانی کا زیادہ تر انحصار زیرزمین پانی پر ہے۔ دریاؤں اور ندی نالوں سے آبادی کا ایک فیصد سے بھی کم صاف پینے کا پانی حاصل کرتا ہے۔ پاکستان میں زیرزمین پانی اور دریاؤں، ندیوں کا پانی (Surface Water) دونوں ہی پینے کے پانی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ تاہم پینے کے لیے زیرزمین پانی پر انحصار خاصا زیادہ ہے اور پاکستان بھر میں اس کا تناسب 30 اور 70 فیصد ہے۔[28] سرکاری اعدادوشمار کے مطابق پاکستان کی کل آبادی کے 60 فیصد حصہ کو میونسپل واٹر سپلائی (سرکاری پانی) کے ذریعہ پانی فراہم کیا جاتا ہے۔[29] فیصل آباد، حیدرآباد، کراچی اور راولپنڈی کے علاوہ بہت سے چھوٹے قصبوں اور دیہات کو بھی نالوں اور دریاؤں سے ہی پینے کا پانی فراہم کیا جاتا ہے۔ جبکہ لاہور سمیت بہت سے شہری علاقوں میں زیرزمین پانی بجلی سے چلنے والے ٹیوب ویلوں کی مدد سے فراہم کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں لوگوں کی اک بڑی تعداد انفرادی سطح پر زمین میں بور کر کے پینے کا پانی حاصل کرتی ہے۔ زمین میں خاصی گہرائی میں کیے جانے والے اس بور (گہرا سوراخ) کے اوپر کہیں ہینڈ پمپ لگایا جاتا ہے تو کہیں بجلی کی موٹر یں۔[30] لاہور میں 100 سے 200 فٹ کی گہرائی میں پانی دستیاب ہے۔[31] تاہم اس گہرائی سے حاصل کردہ پانی آلودگی اور دیگر ملاوٹوں کی وجہ سے عموماً پینے کے قابل نہیں ہوتا۔[32]

پاکستان میں زیرزمین پانی اور دریائوں، ندیوں کا پانی (Surface Water) دونوں ھی پینے کے پانی کے طور پر استعمال ھوتے ھیں۔ تاھم پینے کے لیے زیرزمین پانی پر انحصار خاصا زیادہ ھے اور پاکستان بھر میں اس کا تناسب 30 اور 70 فیصد ھے۔ سرکاری اعدادوشمار کے مطابق پاکستان کی کل آبادی کے 60 فیصد حصہ کو میونسپل واٹر سپلائی (سرکاری پانی) کے ذریعہ پانی فراھم کیا جاتا ھے۔

2.2 لاہور

پاکستان چار صوبوں پر مشتمل ایک وفاقی ریاست ہے۔ لاہور، سب سے بڑے صوبے، پنجاب کا دارالحکومت ہے اور 80 لاکھ سے زائد آبادی کے ساتھ ملک کا دوسرا بڑا شہر بھی۔ اس وقت پاکستان کی اندازاً آبادی 16 کروڑ 50 لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ پاکستانیوں کی فی کس سالانہ آمدن 925 ڈالر[33] ہے جو 75 روپے فی ڈالر کے تناسب سے 69375 روپے سالانہ یا 5781.25 روپے ماہانہ بنتی ہے۔ اوسطاً ہر خاندان 6.6 افراد پر مشتمل ہے۔ آبادی میں سالانہ 2.28 فیصد کے تناسب سے اضافہ ہوتا ہے جبکہ لاہور میں یہ تناسب 3.32 فیصد ہے۔ انسانی ترقی کے اشاریہ (Human Development Index) کے مطابق پاکستان میں لوگوں کا معیارِ زندگی قابل تحسین نہیں ہے۔ اس اشاریہ کے مطابق دنیا بھر کے 173 ممالک میں، پاکستان کا نمبر 138 ہے۔[34] جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں ملک کے بیشتر بڑے شہروں کا انتظام شہری ضلعی حکومتیں چلا رہی ہیں۔ ان شہری ضلعی حکومتوں کو ٹاؤنوں یا تحصیلوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ جبکہ تحصیلوں یا ٹاؤنوں کو یونین کونسلوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ انتظامی لحاظ سے لاہور سٹی گورنمنٹ کو 9 ٹاؤنوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ جبکہ لاہور کی یونین کونسلوں کی تعداد 150 ہے۔ شہر لاہور اوسط سطح سمندر سے تقریباً 213 میٹر بلندی پر دریائے راوی کے بائیں جانب ڈھلوانی سطح پر واقع ہے۔ لاہور کا شہری رقبہ (Matropolition) 2300 مربع کلومیٹر پر مشتمل ہے۔ لاہور کے شمال اور مغرب میں ضلع شیخوپورہ، جنوب میں ضلع قصور جبکہ مشرق میں بھارت کی سرحد واقع ہے۔ آب وہوا گرم ہے۔ گرمیوں کا موسم اپریل سے ستمبر تک پھیلا ہوا ہے اور درجہ حرارت زیادہ سے زیادہ 48 ڈگری تک بڑھ جاتا ہے۔

ٹیبل نمبر 1: لاہور میں فراہمی آب، بنیادی حقائق

جن علاقوں میں واسا خدمات سرانجام دیتا ہے انکی کل آبادی	4831000
لوگوں کی تعداد جنہیں خدمات مل رہی ہیں	32,80000 (70 فیصد)
پانی حاصل کرنے کے ذرائع	ٹیوب ویل
(a) چالو حالت میں ٹیوب ویلوں کی تعداد	316
(b) کتنے گھنٹے ٹیوب ویل چلتے ہیں	16 تا 18 گھنٹے
(c) پانی جو حاصل ہوتا ہے	290 ایم جی ڈی
(d) ڈیزائن کا معیار	80 گیلن فی کیپٹائی یوم
مجموعی پانی کے کنکشن	431,366
(a) میٹر والے کنکشن	30 فیصد
(b) بغیر میٹر کے کنکشن	70 فیصد
نظام کیسے چلتا ہے	براہ راست پمپنگ

نیسپاک۔ لاہور کیلئے بنایا گیا مفصل ماسٹر پلان (جون 2004ء)

2.3 لاہور واسا

برصغیر پاک و ہند کے بڑے شہروں میں نوآبادیاتی دور کی آخری دہائیوں میں امپرووومنٹ یا ترقیاتی ٹرسٹ بنانے کی روایت موجود تھی۔ اسی روایت کے تسلسل میں لاہور امپروومنٹ ٹرسٹ (LIT) کا قیام 1936ء میں عمل میں لایا گیا۔ شہری ترقی کے بنیادی ادارے کی حیثیت سے یہ ٹرسٹ قیام

ٹیبل نمبر 2: لاہور واسا۔ سب ڈویژن کے حوالے سے پانی کی ترسیل

سب ڈویژن	کل گھر (ہزار میں)	گھر جہاں خدمات دی جارہی ہیں (ہزار میں)	کل مستفید آبادی کا تناسب (فیصد)
نارتھ	123	85	71
سنٹرل	101	68	67
ایسٹ	112	74	71
مجموعہ: نارتھ ڈویژن	336	227	70
ویسٹ	131	96	77
ساؤتھ	105	70	61
کیوائے ٹی	50	39	69
مجموعہ: ساؤتھ ڈویژن	295	205	70
کل مجموعہ	631	431	70

نیسپاک۔ لاہور کیلئے بنایا گیا مفصل ماسٹر پلان (جون 2004ء)

پاکستان کے بعد تک کام کرتا رہا۔ 1966ء سے 1976ء کے درمیان لاہور امپرو ومنٹ ٹرسٹ میں اک ذیلی ادارہ ''واٹرونگ'' بھی بنایا گیا جو فراہمی آب کا ذمہ دار تھا۔ 1975ء میں لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی (LDA) کے نام سے اک ادارہ، ایل ڈی اے ایکٹ 1975ء کے تحت تشکیل دیا گیا۔ اس ادارہ نے لاہور امپرو ومنٹ ٹرسٹ (LIT) کی جگہ سنبھالی۔ جبکہ 1976ء میں فراہمی آب اور سینی ٹیشن کے لیے ایک ادارہ ''واسا'' کے نام سے بنایا گیا جو ایل ڈی اے کا ذیلی محکمہ ہے۔

2.3.1 لاہور واسا کے فرائض

لاہور واسا، شہر لاہور میں فراہمی آب، سیوریج اور ڈرینج کا ذمہ دار ہے۔ (دیکھیں ٹیبل نمبر 1 اور نمبر 2) واسا کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس پر مسلسل نظر رکھے کہ شہر میں فراہمی آب، ڈرینج اور سیوریج کی ضرورتوں میں کس قدر اضافہ ہوا ہے۔ علاوہ ازیں فراہمی آب، سیوریج اور ڈرینج سے متعلقہ نئی منصوبہ بندی، وسعت، مرمت اور تعمیر بھی اس کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ ان سب کے ساتھ ساتھ واسا کو پمپنگ سٹیشنوں کی نگرانی بھی کرنا ہوتی ہے۔ پانی کے بلوں کی تقسیم اور وصولی کے علاوہ صارفین کو مہیا کی جانے والی خدمات کا معاوضہ بھی لاہور واسا ہی وصول کرتا ہے۔[35] ایک اندازے کے مطابق واسا لاہور تقریباً 48 لاکھ افراد کو پانی کی سہولت مہیا کرتا ہے۔[36] لاہوریوں کو پانی اور سیوریج کی سہولتیں دینا واسا کی ذمہ داری ہے۔[37] تاہم اس میں ریلوے اور پی ڈبلیوڈی کی کالونیاں، جی او آر اور نجی ہاؤسنگ سوسائٹیاں، جیسے لاہور چھاؤنی، ڈیفنس اور ماڈل ٹاؤن جیسے علاقے شامل نہیں۔ جو علاقے واسا کی ذمہ داری میں ہیں، ان میں فراہمی آب کے سلسلہ میں 90 فیصد اور سیوریج کی

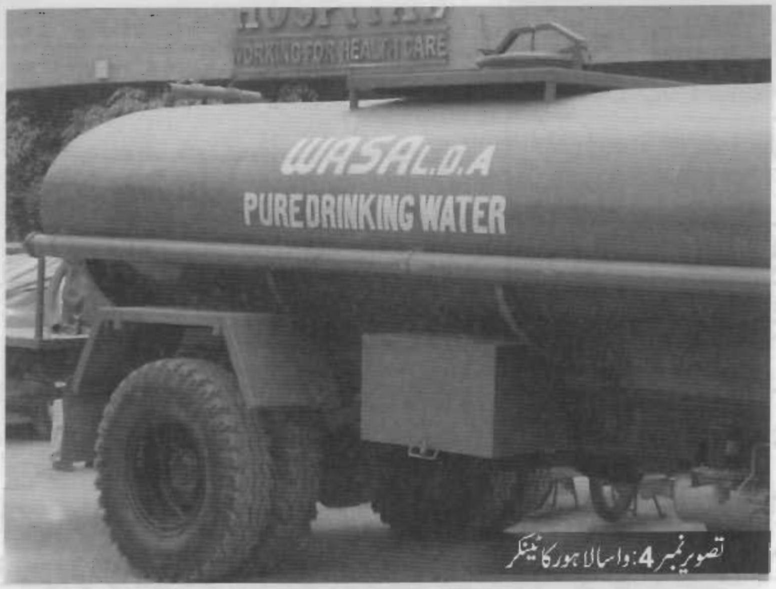

تصویر نمبر 4: واسا لاہور کا ٹینکر

صورت میں 80 فیصد لوگوں کو خدمات مہیا کی جا رہی ہیں۔ فراہمی آب کے کنکشنوں کی تعداد 534,000 ہے۔[38] واسا کی ٹریڈ یونین کے مطابق واسا کی غیر منقولہ اور منقولہ جائیداد کی کل مالیت 103 بلین (103 ارب) روپے[39] ہے۔ اس میں زمین، عمارتیں، آلات، مشینیں اور ٹیوب ویل وغیرہ سب شامل ہیں۔

2.3.2 انتظامیہ

بلحاظ عہدہ واسا کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری چیئرمین ایل ڈی اے،[40] ڈائریکٹر جنرل ایل ڈی اے اور مینجنگ ڈائریکٹر واسا کی ہے۔ واسا کا مرکزی دفتر لاہور میں ہے جبکہ اس کے متعلقہ ذیلی اداروں جنہیں سب ڈویژن کہتے ہیں کی تعداد 24 ہے۔ یہ سب ڈویژنیں خدمات، مرمت اور کمپیوٹرائز بل جاری کرنے کا کام سرانجام دیتی ہیں۔ صارفین انہی سب ڈویژنوں میں واسا سے

تصویر نمبر 5: واسا لاہور کی ٹریکٹر ٹرالی

متعلق اپنی شکایات کا اندراج بھی کرواتے ہیں۔ فراہمی آب و سینی ٹیشن کی ذمہ داری کی انجام دہی کے لیے واسا کے پاس 4226 ملازمین موجود ہیں۔

2.3.3 آبی ترسیل کا نظام

پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ بنیادی طور پر لاہور میں گہرائی میں کھودے ٹیوب ویلوں سے بجلی کے ذریعے زیرزمین پانی حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ ٹیوب ویل شہر بھر میں مختلف مقامات پر نصب کیے گئے ہیں۔ اس وقت واسا کے زیرانتظام 400 ٹیوب ویل چل رہے ہیں جو 800 فٹ

2000ء تک واپڈا والے واسا لاہور کومحکمہ جاتی ٹیرف کے تحت دو روپے ساٹھ پیسے فی یونٹ کے حساب سے بجلی دیتے تھے۔ مئی 2008ء میں فی یونٹ بجلی کی قیمت میں بہت زیادہ اضافہ کرتے ہوئے اسے آٹھ روپے فی یونٹ تک پہنچا دیا۔

کی گہرائی تک زیرزمین پانی نکالنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ [41]لاہوریوں کی بڑی تعداد انفرادی طور پر ہینڈ پمپ یا بجلی سے چلنے والی موٹروں کی مدد سے بھی پانی حاصل کرتی ہے۔ مجموعی طور پر پینے کے پانی کی ترسیل کے لیے واسا کے زیراستعمال پائپ لائنوں کی کل لمبائی 3300 کلومیٹر ہے۔ جبکہ سیوریج لائنوں کی کل لمبائی 3700 کلومیٹر ہے۔

لاہور کا گندا پانی آٹھ بڑے نالوں سے گزرتا ہوا دریائے راوی میں بغیر ٹریٹمنٹ (نتارے بغیر) گرایا جاتا ہے۔ ان دیوقامت نالوں کی مجموعی طوالت 212 کلومیٹر ہے۔

لاہور میں پانی کی سپلائی کے دو طریقے ہیں۔ پہلے طریقہ کار کے مطابق براہ راست ٹیوب ویلوں سے پانی نکال کر گھروں و دفاتر میں سپلائی کیا جاتا ہے۔ جبکہ دوسرے طریقہ کار کے مطابق ٹیوب ویل سے حاصل کردہ پانی کو پہلے بڑی بڑی ٹینکیوں میں بھر لیا جاتا ہے اور بعدازاں واسا کے زیرانتظام علاقوں میں ٹینکوں سے منسلک پائپوں کے ذریعے صارفین کو پانی فراہم کیا جاتا ہے۔

2.3.4 بلوں کا اجراء اور ان کی وصولی

پانی کے بلوں سے وصول ہونے والی رقم کا تناسب خاصا کم ہے۔ اکثر و بیشتر سرکاری اداروں اور سیاسی مقتدر لوگوں کے ذمہ واسا کی ادائیگی واجب الادا رہتی ہے۔ فراہمی آب اور سینی ٹیشن کے لیے واسا لاہور ہر دو ماہ بعد کمپیوٹرائزڈ بل جاری کرتا ہے۔

واسا کے کنکشنوں کی چار اقسام ہیں۔

تصویر نمبر6: واسا ہیڈ آفس

1- گھریلو 2- کاروباری 3- تعمیرات سے متعلقہ 4- امدادی (خیراتی) اداروں سے متعلقہ

جن علاقوں میں پانی کی ترسیل کے میٹر نہیں لگے ہوئے وہاں واسا فلیٹ ریٹ پر بل جاری کرتا ہے جبکہ باقی علاقوں میں میٹر کی ریڈنگ کے مطابق بل جاری کیے جاتے ہیں۔

جولائی 1997ء کے بعد واسا نے نئے کنکشن دینے کے لیے میٹر نصب کرنا لازمی قرار دے دیا ہے جبکہ پرانے بغیر میٹر کنکشنوں پر بھی دھیرے دھیرے میٹر لگائے جا رہے ہیں۔ یاد رہے، فلیٹ ریٹ کا اطلاق جائیداد کے سائز اور قدر و قیمت کی سالانہ شرح کے تناسب کی بنیاد پر کیا جاتا ہے نہ کہ پانی کے استعمال کی مقدار پر۔ جبکہ میٹر والے کنکشنوں کے بلوں کی تیاری استعمال شدہ پانی کی گیلنوں میں مقدار کے مطابق کی جاتی ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ بغیر میٹر والے کنکشنوں کی مد میں پانی کی قیمتوں کا تعین ایک بار کر لینے کے

بعد، تادم تحریر بغیر نظر ثانی چلا آرہا ہے۔ علاوہ ازیں اس ضمن میں جائیداد کی سالانہ قدر و قیمت کے دوبارہ تعین کی بھی کوئی زحمت کرنا ضروری نہ سمجھا گیا ہے۔[42] نجی سطح پر لگائے گئے ٹیوب ویلوں کے استعمال کنندگان سے محض سیوریج[43] کی مد میں نہایت ہی معمولی رقم وصول کی جاتی ہے۔

2.3.5 بجٹ اور فیصلہ سازی

فیصلہ سازی کے معاملہ میں لاہور واسا خود مختار ادارہ نہیں ہے۔ واسا سے متعلق بڑے بڑے منصوبے اور فیصلے وفاقی سطح پر سیاسی دباؤ کے زیر اثر کیے جاتے ہیں۔

واسا لاہور پنجاب بھر میں پانی سپلائی کرنے والے اداروں میں واحد ادارہ تھا جو نہ صرف خود ریونیو وصول کرتا تھا بلکہ اپنے اخراجات بھی خود برداشت کرنے کے قابل تھا۔

واسا کے مجموعی اخراجات اس طرح ہیں۔

1- بجلی یا دیگر توانائی کے ذرائع کی مد میں 45 فیصد۔

2- تنخواہوں اور ان سے متعلقہ مد میں 31 فیصد۔[44]

3- مرمت اور دیکھ بھال کی مد میں 20 فیصد۔

مندرجہ بالا اخراجات کو اس رقم سے پورا کیا جاتا ہے جو واسا پانی کی فروخت سے حاصل کرتا ہے۔ فراہمی آب کی مد میں 47 فیصد اور سیوریج اور ڈرینج کی مد میں 34 فیصد رقم اکٹھا ہوتی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ پانی کی قیمت کا تعین واسا لاہور کی بجائے وفاقی حکومت کرتی ہے۔

1998ء میں پانی کی قیمت میں 10 فیصد جبکہ 2004ء میں 40 فیصد اضافہ کیا گیا تھا۔ اس کے بعد تادم تحریر پانی کی قیمت میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔ واسا کو ملنے والی رقم کا تیسرا بڑا ذریعہ شہریوں کی غیر منقولہ جائیداد پر لگایا جانے والا ٹیکس ہے جسے پراپرٹی ٹیکس کہتے ہیں۔ یہ ٹیکس صوبائی حکومت اکٹھا کرتی ہے اور پھر اس سے حاصل شدہ رقم کو مختلف تناسب سے واسا سمیت بہت سے اداروں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔[45] ان ذرائع کے علاوہ، صوبائی بجٹ سے واسا کو کوئی رقم نہیں دی جاتی۔ البتہ توسیع اور بحالی کی سکیموں یا دار الخلافہ کے حوالے سے خصوصی منصوبوں کے لیے واسا کو بھی رقم ملتی ہے۔ مگر ان منصوبوں کی منظوری بھی وفاقی سرکار ہی دیتی ہے۔

2.3.6 ریونیو کی وصولی کے باوجود خسارہ؟

بحیثیت ایک منفعت بخش ادارہ واسا لاہور کو 2003ء تک ایک منفرد مقام حاصل رہا ہے۔ واسا

تصویر نمبر 7: واسا کا ایک ڈرین

لاہور پنجاب بھر میں پانی سپلائی کرنے والے اداروں میں واحد ادارہ تھا جو نہ صرف خود ریونیو وصول کرتا تھا بلکہ اپنے اخراجات بھی خود برداشت کرنے کے قابل تھا۔[46] اس سب کام میں وہ وفاقی یا صوبائی سرکار سے کوئی رقم نہیں لیتا تھا۔

واسا ایک منفعت بخش ادارہ کیوں نہیں رہا؟ 2007-08 میں واسا کو بلوں وغیرہ سے اکٹھی ہونیوالی رقم کا تخمینہ دو ارب روپے ہے جبکہ اس کے اخراجات کا تخمینہ 2 ارب 80 کروڑ روپے ہے۔ یوں تقریباً 80 کروڑ کا خسارہ ہے۔ اگر ہم پانی سپلائی کرنے والے ملک کے دیگر اداروں کے خساروں کو مدنظر رکھیں تو یہ خسارہ اس قدر زیادہ نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کراچی واٹر اور سیوریج بورڈ (KWSB) کا سالانہ خسارہ ملاحظہ فرمائیں کہ جس کی مالیت دو ارب پچاس کروڑ روپے ہے۔[47] مختلف سرکاری محکموں سے حاصل کردہ خدمات کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کا واسا کے اخراجات پر

خاصا اثر پڑا ہے۔ اس میں سب سے بڑا حصہ "واپڈا" کا ہے جو پانی و بجلی سے متعلق اک وفاقی ادارہ ہے۔ واسا کو نصب شدہ ٹیوب ویلوں کیلئے مسلسل بجلی درکار ہوتی ہے۔ 2000ء تک واپڈا والے واسا لاہور کو محکمہ جاتی ٹیرف کے تحت دو روپے ساٹھ پیسے فی یونٹ کے حساب سے بجلی دیتے تھے۔ مئی 2008ء میں فی یونٹ بجلی کی قیمت میں بہت زیادہ اضافہ کرتے ہوئے اسے آٹھ روپے فی یونٹ تک پہنچا دیا۔ واسا نے اس ضمن میں واپڈا حکام سے مذاکرات کیے۔ ان مذاکرات کے نتیجہ میں بجلی کی فی یونٹ قیمت پانچ روپے 89 پیسے طے کر دی گئی۔ آج 2008ء میں جب یہ رپورٹ تیار کی جا رہی ہے، بجلی کی قیمت فی یونٹ 6 روپے 25 پیسے ہے۔[48] واپڈا کی طرف سے بجلی کی قیمت میں بے تحاشا اضافوں کی وجہ سے واسا لاہور کے سالانہ بجٹ کا 56 فیصد محض بجلی کے بلوں کی مد میں خرچ ہونے لگا۔ آجکل یہ تناسب 65 فیصد تک جا پہنچا ہے اور واسا کو بجلی کے بلوں پر سالانہ 1228 ملین (ایک ارب 22 کروڑ اور 80 لاکھ) روپے دینے پڑتے ہیں۔ اس خطیر رقم کے خرچ کرنے کے باوجود واسا لاہور کے سالانہ بجٹ کا خسارہ محض 77 کروڑ 80 لاکھ روپے ہے۔[49]

2.4 مسائل اور گھاٹے (واسا کے نقطہ نظر سے)

واسا کے افسران کا کہنا ہے کہ محکمہ میں گذشتہ دس سال سے نئے ملازمین کا کوئی تقرر نہیں کیا گیا۔ یوں آبادی اور پانی کی طلب میں اضافہ سے نمٹنے کے لیے محکمہ مناسب اقدامات کرنے سے قاصر ہے۔ ایک اندازے کے مطابق واسا کے مختلف شعبہ جات میں 1200 ملازمین کی کمی ہے۔ 40 انجینئروں کے علاوہ ہیومن ریسورس اور فنانس جیسے اہم شعبہ جات میں دس افراد کی کمی رپورٹ کی گئی ہے۔[50] سب ڈویژن کی سطح پر افسران فیلڈ میں کام کرنے والے چھوٹے ملازمین کی کمی کا تواتر سے تذکرہ کرتے ہیں۔[51] واسا میں اس وقت اوسطاً دو کلومیٹر کی سیوریج لائن پر ایک ملازم کام کر رہا ہے۔[52] جبکہ بین الاقوامی معیار کے مطابق ایک کلومیٹر کی سیوریج لائن پر دو ملازمین رکھنے ضروری ہوتے ہیں۔[53]

واسا کے لیے ایک اور بڑا مسئلہ سیاسی مداخلتوں اور فیصلہ سازی کے حوالے سے بیرونی دباؤ کا ہے۔ اس کی تازہ ترین مثال زیر زمین پانی کی سطح اور بجلی کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کو مدنظر نہ رکھتے ہوئے مختلف مقامات پر نئے ٹیوب ویلوں کی تنصیب ہے۔[54]

یاد رہے، واسا لاہور کے پاس فیصلہ سازی کا اختیار نہیں ہے۔ ضلعی ناظم، ڈائریکٹر جنرل ایل ڈی اے، وزیر برائے ہاؤسنگ، سیکریٹری ہاؤسنگ اور وزیر اعلیٰ سیکریٹریٹ سے واسا کو چلانے کے حوالے سے مختلف احکامات جاری ہوتے رہتے ہیں۔[55]

1992ء میں "آبی ذخائر سے متعلق انتظامی صورتحال کی درستگی" کے عنوان سے ایک دستاویز (پالیسی پیپر) تیار کی گئی۔ اس کے مطابق پانی کو انتہائی ارزاں داموں یا بلاقیمت فراہم کرنے کو غیر موزوں اقدام قرار دیتے ہوئے اس عمل کو غیر ذمہ دارانہ اور غیر کاروباری طریقہ کہا گیا۔

مذکورہ بالا مسائل کی وجہ سے واسا کی کارکردگی حد درجہ متاثر ہوئی۔ واسا کے افسران کا کہنا ہے کہ اگر واسا لاہور کو اس کے 28 ارب روپے کے بقایا جات دلوا دیئے جائیں تو واسا کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ واسا نے یہ رقم بہت سے صوبائی اور وفاقی محکموں سے لینی ہے۔ ان محکمہ جات میں پولیس، محکمہ تعلیم، سرکاری ہسپتال، وزیر اعلیٰ ہاؤس، گورنر ہاؤس، چڑیا گھر سمیت 250 ادارے شامل ہیں۔ ان اداروں نے سالہا سال سے واسا لاہور کو فراہمی آب کے سلسلہ میں پانی کے بلوں کی ادائیگی نہیں کی۔

2.5 شہریوں کے مسائل بارے

اس حقیقت سے آنکھیں چرانا مشکل ہے کہ لاہور کے شہری فراہمی آب اور پانی کے معیار سے مطمئن نہیں ہیں۔ گھریلو استعمال کے پانی سے متعلق شہریوں کی شکایات میں غیر معیاری اور آلودہ پانی کے علاوہ پانی کے پریشر میں کمی جیسے مسائل شامل ہیں۔ فراہمی آب کے سلسلہ میں سب سے اہم مسئلہ پرانے

انفراسٹرکچر کو بدلنا اور نئے علاقوں وسکیموں میں باقاعدگی سے پانی فراہم کرنے کا بندوبست کرنا ہے۔ علاوہ ازیں سیورتیج کے پانی کو صاف کر کے دوبارہ قابل استعمال بنانے کی مشینیں لگانا انتہائی ضروری ہے۔ گو یہ کوئی ایسے نئے مسائل بھی نہیں ہیں مگر حکومت غیر ملکی مالیاتی اداروں کے دباؤ میں ان مسائل کا حل محض نجکاری میں ہی دیکھنا چاہ رہی ہے۔ اس ضمن میں اصل سوال یہ ہے کہ صارفین اور خصوصاً غریبوں کے حوالے سے فراہمی آب کی پبلک سہولیات کے اس محکمہ کی نجکاری، کیا ایک پائیدار، حقیقت پسندانہ اور قابل عمل حل ہے؟

2.6 نجکاری کی طرف پیش قدمی

جیسا کہ ہم باب نمبر 1 میں بیان کر چکے ہیں کہ پاکستان میں عوامی خدمات کے اداروں کی نجکاری کرنے سے متعلق پالیسی میں تبدیلی کی ابتداء عالمی مالیاتی اداروں کے سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام کیساتھ ہی شروع ہو گئی تھی اور یہ تبدیل شدہ پالیسی ''تخفیف غربت سے متعلق حکمت عملی بارے دستاویزات (Poverty Reduction Strategy Papers) کی شکل میں اب تک جاری ہے۔ عالمی مالیاتی اداروں کی ان پالیسی ہدایات پر ترقی پذیر ممالک عمل پیرا ہیں۔ پاکستان میں بھی عالمی بینک اور ایشیائی ترقیاتی بنک ان پالیسیوں کا عملی نفاذ کرنے میں نجکاری کیلئے مسلسل سرگرم عمل ہیں۔

2.6.1 آبی نجکاری سے متعلق عالمی بنک کی پالیسی

عالمی بینک نے جب بھی پاکستان میں فراہمی آب کے شعبہ بارے اصلاحات کا ذکر کیا ہے تو اس کا اصل مدعا آبی سہولیات کی نجکاری اور آبی ذخائر کو کاروباری بنیادوں پر استوار کرنا ہی رہا ہے۔ 1992ء میں ''آبی ذخائر سے متعلق انتظامی صورتحال کی درستگی'' کے عنوان سے ایک دستاویز (پالیسی پیپر) تیار کی گئی۔ اس کے مطابق پانی کو انتہائی ارزاں داموں یا بلا قیمت فراہم کرنے کو غیر موزوں اقدام قرار دیتے ہوئے اس عمل کو غیر ذمہ دارانہ اور غیر کاروباری طریقہ کہا گیا۔ اس کے مطابق غریب کو بھی پانی کی کچھ نہ کچھ قیمت ضرور دینی چاہیے۔[56] عالمی بنک نے اپنی ''حکمت عملی برائے ملکی معاونت Country Assistance Strategy میں آبی نجکاری کو مستقبل میں قرضوں کے حصول کی خاطر بحوالہ پاکستان بہت سی شرائط میں اک لازمی شرط قرار دیا ہے۔ حکومتی سطح پر فراہمی آب کو ایک ناکام فعل قرار دینے کے بعد اس مسئلہ کے حل کے طور پر ورلڈ بینک نے بڑی مستعدی سے نجکاری کی تجویز کو آگے بڑھایا۔ ان کا استدلال ہے کہ نجکاری سے واسا کی آمدن میں اضافہ ہوگا اور غریبوں، سمیت تمام لوگوں کو معیاری پانی دستیاب ہوگا جبکہ سینی ٹیشن کی بہتر خدمات حقیقی انداز میں میسر آئیں گی۔

ورلڈ بینک کے نقطہ نظر کے مطابق آبی ذخائر کے موثر انتظام کیلئے یہ ضروری ہے کہ پانی کو بھی اک معاشی جنس (کموڈٹی) تصور کیا جائے۔ پانی کے شعبہ میں نجی سرمایہ کی شراکت کی وجہ سے پانی کے ضیاع میں کمی واقع ہو گی اور خدمات میں اضافہ ہوگا۔

ورلڈ بینک کے نقطہ نظر کے مطابق آبی ذخائر کے موثر انتظام کیلئے یہ ضروری ہے کہ پانی کو بھی اک معاشی جنس (کموڈٹی) تصور کیا جائے۔ پانی کے شعبہ میں نجی سرمایہ کی شراکت کی وجہ سے پانی کے ضیاع میں کمی واقع ہوگی اور خدمات میں اضافہ ہوگا۔ اس سے متاثر ہو کر حکومت کے حکام خصوصاً پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ نے ورلڈ بینک کو مشاورت اور معاونت کیلئے مدعو کر ڈالا۔ اس پر طرہ یہ کہ انکے روبرو، بدعنوانی، نااہلی، سرمائے کی کمی اور غریبوں کو پائپوں کے ذریعے پانی نہ دے سکنے جیسے مسائل پیش کیے گئے۔ اس تمام تر مشاورتی عمل کے دوران ترقی پذیر ممالک میں خدمات سے وابستہ سرکاری اداروں کی نجکاری کے ہولناک تجربات سے دانستہ صرف نظر کیا گیا۔[57] یاد رہے خدمات سے وابستہ ایسے اداروں میں صحت، پانی، توانائی اور تعلیم جیسی بنیادی خدمات سے وابستہ سرکاری ادارے شامل تھے۔

2.6.2 ایشیائی ترقیاتی بینک کی نئی آبی پالیسی

ایشائی ترقیاتی بینک طویل عرصہ سے ایشیاء بھر میں پانی کے شعبہ میں قرضے دے رہا ہے۔[58] تاہم حالیہ سالوں میں اس نے پانی کے شعبہ میں اصلاحات کا علم بھی بلند کر ڈالا ہے۔ جنوری 2001ء میں ایشیائی ترقیاتی بینک نے پانی کے حوالے سے اپنی تفصیلی پالیسی بنائی تھی۔ اس پالیسی کے مطابق فراہمی آب کی خدمات کو موثر بنانا، پانی پر آنے والی تمام تر لاگت کو صارفین سے وصول کرنا، ادارہ جاتی مضبوطی اور نجی شعبہ کی شمولیت کو ایشیاء پیسفک ریجن کے ممالک کے لیے اہم اہداف کہا گیا۔ ایشیائی ترقیاتی بینک کے نزدیک "پانی لازمی طور پر وہ ہی استعمال کریں جو انتہائی معاشی فائدہ پہنچائیں"۔ پاکستان کے دورے پر آئے بینک کے ایک افسر کی جاری کردہ یادداشت کے مطابق مستقبل میں پاکستان کی مالیاتی معاونت کے ضمن میں پانی کی نجکاری ایک لازمی شرط ہو گی۔[59]

2.6..3 پاکستان کا مقدمہ

90ء کی دہائی کے وسط میں عالمی بینک اور حکومت پاکستان نے آبی نجکاری کی حمایت میں جزوی طور پر خدمات سے وابستہ شعبہ جات کی نجکاری کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ (KWSB) کی نجکاری کا فیصلہ کیا تھا۔ عمومی طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس منصوبہ کے اعلان کے بعد برپا ہونے والے عوامی ردعمل کی وجہ سے اس منصوبہ کو بادل نخواستہ منسوخ کرنا پڑ گیا تھا۔[60]

جولائی 2001ء میں ایشیائی ترقیاتی بینک کی ایماء پر وفاقی وزارت پانی و بجلی نے آبی ذخائر سے متعلق حکمت عملی کے حوالے سے ایک تحقیق کروانے کا فیصلہ کیا۔ اس تحقیق کے اخراجات اے ڈی بی نے اپنے تکنیکی معاونت کے پروگرام سے ادا کیے۔ اس تحقیق کا مقصد آبی شعبہ کی ترقی کے لیے روڈ میپ یا حکمتِ عملی تیار کرنا تھا۔ اس حکمتِ عملی کو بناتے ہوئے اس سوچ کا اظہار کیا گیا کہ خدمات سے وابستہ شعبہ جات کو مزید موثر بناتے ہوئے آبی ذخائر کے بھرپور استعمال کے قابل بنایا جائے تاکہ ملک کے تمام آبی صارفین کی ضرورتوں کے مطابق ان کی طلب کی تکمیل کی جاسکے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ حکمت عملی اور وسط مدتی سرمایہ کاری کے منصوبہ (ایم ٹی آئی پی) میں ادارہ جاتی کارکردگی، مالیاتی پائیداری اور انفراسٹرکچر بارے جو دلائل دیے گئے ہیں ان کا لازمی نتیجہ مکمل نجکاری ہی تھا۔ اس میں آبی ذخائر اور فراہمی آب پر اٹھنے والی تمام تر لاگت کو مکمل طور پر بلوں کے ذریعے صارفین سے وصول کرنے کا عندیہ دیا گیا تھا۔[61] وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پانی کی نجکاری کے حکومتی منصوبے کی مزید پرتیں بھی کھلتی گئیں جن کو ذیل میں زیر بحث لایا گیا ہے۔

2.6.4 کے ڈبلیو ایس بی کی نجکاری کی کوشش

کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ عوامی خدمات کے ضمن میں فراہمی آب کا پہلا ادارہ ہے جسے حکومت پاکستان نے نجکاری کے عمل سے گزارنے کی کوشش کی۔ اس منصوبہ کا آغاز 1994ء میں کیا گیا۔ اس کے لیے ورلڈ بینک نے ایک تحقیق کروائی جسے "نجی شعبہ کی شمولیت" (پی ایس پی) کا عنوان دیا گیا۔ اس مقصد کی تکمیل

اخباری اطلاعات کے مطابق، واسا لاهور کی نجکاری کو پنجاب بھر کے فراهمی آب اور سینی ٹیشن کے اداروں کیلئے قابل تقلید مثال بنانے کی منصوبه بندی کی گئی هے۔ طرفه تماشه دیکھئے که اس دوران، دنیا بھر کی توجه آبی نجکاری کی ناکامیوں کے تسلسل پر مبذول رهی۔ 22 مارچ 2006ء کو برطانیه کے مشهور اخبار گارڈین نے اقوام متحده کی دوسری واٹر رپورٹ کو اپنی اشاعت کا حصه بنایا۔ اس رپورٹ میں انکشاف کیا گیا که "سیاسی اور انتهائی پُرخطر منصوبوں کی وجه سے بهت سی ملٹی نیشنل آبی کمپنیوں نے ترقی پذیر ممالک میں اپنی سرگرمیاں محدود کر دی هیں"۔

کے لیے جنوری 1998ء تک سات بین الاقوامی کمپنیوں کو شہر میں پانی کی ترسیل کا انتظام کرنے کے لیے چنا گیا۔ اس نجکاری کے خلاف سول سوسائٹی اور دیگر مفاداتی گروہوں نے بھرپور مزاحمت کی۔ بالآخر سندھ ہائی کورٹ نے اپریل 1999ء میں اس نجکاری کو روک دیا۔ جون 1999ء میں ورلڈ بینک نے بھی کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کی نجکاری کے لیے اپنی معاونت کو معطل کر دیا۔

2.6.5 لاہور واسا کی نجکاری کی کوششیں

لاہور واسا کی نجکاری کی تجویز پہلی دفعہ 1997ء میں میاں نواز شریف کے دوسرے دور حکومت میں نسبتاً خفیہ انداز میں متعارف کروائی گئی۔[62] اس منصوبہ بارے نہ تو عوامی سطح پر کوئی بات کی گئی اور نہ ہی منسوخی کے عمل کی وجوہات کو کھلے عام تحریری انداز میں پیش کیا گیا۔ واسا ملازمین کی یونین نے اس نجکاری کی بھرپور مخالفت کی اور لاہور ہائی کورٹ میں مئی 1999ء میں ایک رٹ بھی دائر کی گئی۔ اس رٹ کو عدالت عالیہ نے جولائی 1999ء میں مسترد کر دیا۔ واسا لاہور کی نجکاری کا عمل بالآخر میاں نواز شریف کی حکومت کی برطرفی (12 اکتوبر 1999ء) کے ساتھ ہی ختم ہوا۔

2.7 واسا لاہور: نجکاری کی دوسری کوشش

2.7.1 نجی شعبہ کی شمولیت: مطالعاتی جائزہ اور حکمتِ عملی بارے اک رپورٹ

جنرل پرویز مشرف کے دورِ اقتدار میں دوسری دفعہ واسا لاہور کی نجکاری کے منصوبہ بارے خبریں منظر عام پر آنے لگیں۔ جون 2004ء میں نجی شعبہ کو قرضہ دینے والے عالمی بنک کے ایک معاون ادارے انٹرنیشنل فنانس کارپوریشن (IFC) اور حکومت پنجاب کے اعلیٰ عہدیداروں کا اک مشترکہ اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی، ناظم شہری ضلعی حکومت لاہور میاں عامر محمود اور چیئرمین پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ (P&D) پنجاب نے بھی خصوصی شرکت کی۔ واسا لاہور کی نجکاری کے حوالے سے ہونے والے اس اجلاس میں ادارے کی نجکاری کے امکانات زیر بحث آئے۔

وزیر اعلیٰ پنجاب کے بقول واسا کی نجکاری اس لیے ضروری ٹھہری کیونکہ صوبائی اور ضلعی حکومتیں لاہور سمیت پنجاب کے دیگر اہم شہروں میں فراہمی آب اور سیوریج کی سہولتوں کی توسیع جیسے کاموں میں وسیع سرمایہ کاری نہیں کر سکتیں۔[63] اس سے مماثل آئی ایف سی کے اہلکاروں نے پاکستان میں لاہور واسا کی نجکاری پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ یہ کس طرح اک قابل تقلید مثال بن سکتی ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے منیلا میں فراہمی آب کی سہولیات کی نجکاری کے منصوبہ کو بطور رول ماڈل پیش کیا۔ جبکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ منیلا میں فراہمی آب کا یہ منصوبہ اپنی موت آپ ہی مر گیا تھا۔ 2002ء میں اپنے آغاز کے محض پانچ سال بعد ہی منیلا کے اس ماڈل منصوبہ کا ٹھیکہ بھی منسوخ کر دیا گیا تھا لیکن ہمارے لیے اسے قابل تقلید بتایا گیا۔[64]

2004ء کی آخری سہ ماہی میں نجی شعبہ کو قرضہ دینے والے عالمی بینک کے معاون ادارے آئی ایف سی نے حکومت پنجاب سے اپنے دو حصہ داروں پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ اور ضلع حکومت لاہور کے ساتھ 15 لاکھ ڈالر (تقریباً ایک کروڑ روپے) کی خطیر رقم کے عوض اس منصوبہ پر تحقیق کروانے کا معاہدہ کیا۔ اس تحقیق کا مقصد یہ اندازہ لگانا تھا کہ ضلع لاہور کے آبی ترسیل کے نظام اور ڈرینج نیٹ ورک میں وہ کون سی ممکنہ طویل مدتی یا مستقل رعائتیں متعارف کروائی جائیں جن سے متاثر ہو کر اس شعبہ میں سرمایہ کاری کے لیے نجی شعبہ راغب ہو۔[65] عالمی بنک کے فنڈ سے پنجاب پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے دفتر میں اربن یونٹ کے نام سے ایک خصوصی شعبہ بھی قائم کیا گیا۔ اس ادارے کو عنوان بالا رپورٹ کی روشنی میں ''نجی شعبہ کی ممکنہ شمولیت'' پر مبنی واسا لاہور کی نجکاری کے لیے ترجیحی بنیاد پر حکمت عملی بنانا تھی۔ ان دونوں رپورٹوں کو عوام کی نظروں سے مکمل طور پر او جھل رکھا گیا۔ مارچ 2006ء تک، جب بھی حکومت سے ان رپورٹوں بارے استفسار کیا گیا تو شہریوں کو ایک ہی جواب ملتا رہا کہ ابھی کام جاری ہے۔

اکتوبر 2004ء میں ورلڈ بینک کے ایک پانچ رکنی وفد نے لاہور میں فراہمی آب و سینی ٹیشن کے ضمن میں سرمایہ کاری کا جائزہ لینے کے لیے ایک اجلاس منعقد کیا۔ اس سے قبل صوبائی و ضلعی حکومتوں کے افسروں سمیت ایل ڈی اے، واسا اور سالڈ ویسٹ مینجمنٹ جیسے محکموں کے حکام بالا سے میٹنگیں ہو چکی تھیں۔[66]

2.7.2 اخباری رپورٹیں اور عمومی صورتحال

دسمبر 2005ء سے [67] یکم جولائی 2006ء تک واسا لاہور کی نجکاری مکمل کر دینے کی خبریں، اخبارات میں شائع ہوئیں۔ بتایا گیا کہ نجکاری کے اس عمل میں بین الاقوامی کمپنیوں کے مقابلہ میں مقامی کمپنیاں بھی بولی میں حصہ لینے کی اہل ہوں گی۔ اس کے علاوہ واسا لاہور کے 1140 ملین (ایک ارب ایک کروڑ چالیس لاکھ روپے) کے بقایاجات کی وصولی کا کام بھی نجی شعبہ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ 3 جنوری 2006ء کو پنجاب کے وزیر برائے ہاؤسنگ اور شہری ترقی نے اعلان کیا کہ پنجاب کے بڑے شہروں میں آبی ترسیل کے منصوبوں میں فرانس کی کمپنی چار ملین یورو (تقریباً 50 کروڑ) کی (بطور گرانٹ ان ایڈ) سرمایہ کاری کرے گی۔ ایک ملین یورو لاہور جبکہ بقایا تین ملین یورو اجتماعی طور پر گوجرانوالہ، فیصل آباد، ملتان اور راولپنڈی میں لگائے جائیں گے۔ ایک ماہ بعد، فروری میں یہ اعلان کیا گیا کہ فرانسیسی کمپنی نے لاہور میں فراہمی آب و سیوریج بارے تحقیقی دستاویز پر کام شروع کر دیا ہے۔ کمپنی اس کی رپورٹ چھ ماہ میں پیش کر دے گی۔ 3 فروری کی اخباری خبر میں اطلاع دی گئی کہ 78 ملین (7 کروڑ 80 لاکھ) روپے کی لاگت سے سیوریج اور ڈرینج کے لیے خریدی گئی مشینری جاپان سے لاہور پہنچ گئی ہے۔ اس مشینری کے لیے سبزہ زار میں ایک دفتر بھی تعمیر کر دیا گیا ہے۔ 14 فروری کو یہ رپورٹ کیا گیا کہ فرانسیسی کمپنی ایم ایس سیوریکا (M S Seureca) کے اہلکاروں نے واسا ہیڈ کوارٹر لاہور میں ایک دفتر قائم کر لیا ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق، واسا لاہور کی نجکاری کو پنجاب بھر کے فراہمی آب اور سینی ٹیشن کے اداروں کے لیے قابل تقلید مثال بنانے کی منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ طرفہ تماشہ دیکھیئے کہ اس دوران، دنیا بھر کی توجہ آبی نجکاری کی ناکامیوں کے تسلسل پر مبذول رہی۔

22 مارچ 2006ء کو برطانیہ کے مشہور اخبار گارڈین نے اقوام متحدہ کی دوسری واٹر رپورٹ کو اپنی اشاعت کا حصہ بنایا۔ اس رپورٹ میں انکشاف کیا گیا "سیاسی اور انتہائی پُرخطر منصوبوں کی وجہ سے بہت سی ملٹی نیشنل آبی کمپنیوں نے ترقی پذیر ممالک میں اپنی سرگرمیاں محدود کر دی ہیں"۔

2.7.3 واسا کے لیے عالمی بینک کی سفارشات

نومبر 2006ء میں عالمی بینک کی سفارشات کی روشنی میں مشترکہ طور پر عالمی بینک اور پی اینڈ ڈی کے اربن یونٹ نے رائل پام کنٹری کلب، [68] لاہور میں ایک ورکشاپ، کا اہتمام کیا۔ لاہور میں نجی سطح کا یہ کلب خالصتاً تفریحی سرگرمیوں کے لیے مخصوص ہے۔ اس محفل میں دعوت نامہ کے بغیر شرکت تو کجا کوئی جھانک بھی نہیں سکتا تھا۔ آنے والے زیادہ تر مہمان سرکاری ملازمین ہی تھے۔ اس ورکشاپ کا مقصد عالمی بینک کے مشیر نما افسروں کی جانب سے پنجاب کے آبی اور سینی ٹیشن کے شعبہ کے لیے دی گئی سفارشات کا جائزہ لینا تھا۔ ان سفارشات کو "نجی شعبہ کی شمولیت" کا عنوان دے کر فراہمی آب اور سینی ٹیشن کی خدمات کو بڑھانے کا نسخہ کیمیا عنایت کیا گیا۔ پنجاب پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ نے بھی نجی شعبہ کی شمولیت پر زور دیتے ہوئے عالمی بینک کے عہدیداروں کو دوبارہ یقین دہانی کرائی کہ واسا کی نجکاری کی مخالفت کرنے والوں کی تعداد تو محض آٹے میں نمک سے بھی کم ہے۔ ان کی کاروائیوں سے گھبرا کر حکومت کی طرف سے شروع کیے گئے نجکاری کے عمل کو کسی طور روکا نہیں جائے گا۔

اربن یونٹ کے ساتھ کام کرنے والی کنسلٹنگ فرم فیچنر (Fichtner) نے اپنی پیش کردہ تحقیقی رپورٹ میں پنجاب کے آٹھ شہروں میں فراہمی آب بارے تفصیلی رپورٹ بھی پیش کی۔ اعداد و شمار کے مطابق فیصل آباد، ڈیرہ غازی خان، گوجرانوالہ، ملتان، بہاولپور، سرگودھا، سیالکوٹ اور راولپنڈی جیسے شہروں میں، پانی کی کوالٹی کا کوئی معیار دستیاب نہیں ہے۔ پانی کی ترسیل غیر فعال ہے۔ سیوریج اور پینے کے پانی کی لائنوں کے باہم گڈمڈ سمیت صنعتی فضلاء اور کھلے نالوں کے باعث پانی بہت زیادہ آلودہ ہو چکا ہے۔ انتظامی مسائل میں نمایاں طور پر غیر مکمل دفتری ریکارڈ، ملازمین کی کمی اور انتہائی قلیل تنخواہیں سر فہرست ہیں۔

اس موقع پر ورلڈ بینک کے نمائندوں نے ایک اور رپورٹ پیش کی جس میں فراہمی آب اور سینی ٹیشن کے مسائل کے حوالے سے واسا کے لیے مجوزہ اقدامات کی

سفارشات کی گئیں تھیں۔ ان سفارشات میں یہ استدلال دہرایا گیا تھا کہ واسا آبی ترسیل کے کام کو کاروباری انداز میں چلائے۔ ان جملہ ہدایات میں شامل تھا کہ واسا:

- ☆ فراہمی آب و سینی ٹیشن کی پبلک سہولیات کو خدمات کے زمرے میں شمار نہ کرے۔
- ☆ ''بورڈ آف ڈائریکٹر'' کو کاروباری بنیاد پر دوبارہ تشکیل دیا جائے۔
- ☆ بورڈ میں دستیاب ماہرین کا مقررہ مدت کے لیے تقرر کیا جائے۔
- ☆ فراہمی آب کے لیے ٹیرف کی شرح کا تعین واسا کی کل لاگت کے مطابق کی جائے، [69]
- ☆ پانی کی قیمت کو افراط زر سے مشروط کیا جائے۔
- ☆ ہر چھ ماہ یا ایک سال بعد باقاعدگی کے ساتھ اس میں ایڈجسٹمنٹ کی جائے۔
- ☆ واسا کو براہ راست یا بالواسطہ دی جانے والی رعایتوں کو کم کیا جائے۔

2.8 واسا کی نجکاری: موجودہ صورتحال

حیران کن طور پر 2006ء کے وسط کے بعد واسا کی نجکاری کے بارے میں خبریں مدہم ہونا شروع ہو گئیں۔ بعد میں یہ بات معلوم ہوئی کہ 2007ء کی ابتداء میں حکمت عملی سے متعلق Strategic Option Report کو حتمی شکل دے دی گئی تھی۔ اس رپورٹ کی سفارشات پر خاموشی سے عملدرآمد ہو رہا ہے۔ ان سفارشات کے مطابق واسا کے مسائل کا حل ڈھونڈنے کی آڑ میں اس ادارے کو یا تو نجکاری کے عمل سے گزرنا تھا یا پھر بڑے کاروباری ادارے کی شکل دینا تھی۔ اس کا سیدھا سیدھا مطلب واسا لاہور کو خدمات سے وابستہ ادارہ بنانے کی بجائے محض منفعت بخش کاروباری ادارہ بنانا ہے۔ یوں پبلک مینجمنٹ کے نام پر واسا کو مختلف شعبہ جات میں الگ الگ تقسیم کر دیا گیا۔ بلوں کی تیاری اور ریونیو اکٹھا کرنے کا ایک الگ شعبہ بنایا گیا جبکہ آپریشنز اور مرمت کو الگ شعبہ قرار دے کر نیا شعبہ بنایا گیا۔ واسا لاہور کا انتظام الگ الگ دو نجی کارپوریشنوں کی ذمہ داری میں دینا اس منصوبہ کا حصہ ہے۔ [70]

2.9 حاصل بحث

پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ نے واسا کو نجی ملکیت میں دینے کے سلسلہ میں کارکردگی اور سرمایہ کاری دونوں حوالوں سے کئی ایک گھاٹوں کی نشاندہی کی ہے۔ اس ضمن میں ڈیپارٹمنٹ کا سب سے نمایاں ترین استدلال یہ تھا کہ واسا میں خود کو ٹھیک کرنے کی کوئی صلاحیت موجود نہیں۔ دوسری طرف واسا لاہور سے متعلق آزادانہ تحقیق اور تجزیئے بالکل ہی مختلف منظرنامہ پیش کرتے ہیں۔ جبکہ اس امر سے انکار نہیں کہ واسا لاہور میں اصلاحات کی شدید ضرورت ہے۔ جبکہ دستیاب پانی کی منصفانہ طور پر شہریوں تک رسائی کے حوالے سے بھی نجکاری کو متبادل حل قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ اسکی وجوہات پر ہم اگلے ابواب میں بات کریں گے۔

باب نمبر 3

دنیا بھر میں آبی نجکاری کے ناکام تجربات

3.1 سیاق وسباق اور پس منظر

اس پر وسیع اتفاق ہے کہ میونسپل آبی نظام کی 200 سو سالہ تاریخ[71] میں پبلک سہولیات کا یہ انتظام شہری اور دیہی آبادی کے عوام کو فراہمی آب اور سینی ٹیشن کی خدمات کی توسیع کے حوالے سے بطور کامیاب ماڈل چلتا رہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا کی موجودہ آبادی کے محض 10.3 فیصد کو نجی شعبہ آبی سہولیات فراہم کرتا ہے۔ اس 10.3 فیصد آبادی کی اکثریت کثیر آمدن کے حامل ممالک میں رہائش پذیر ہے۔[72] فرانس اور برطانیہ ''تنظیم برائے معاشی معاونت اور ترقی'' (او ای سی ڈی) کے صرف دو ایسے ممالک ہیں جن کا زیادہ تر آبی انتظام نجی کمپنیاں چلا رہی ہیں۔ دوسری طرف نیدرلینڈ (Nether Land) اور یوروگوائے (Uruguay) جیسے ممالک میں فراہمی آب کی نجکاری کو 2004ء میں غیر قانونی قرار دے دیا گیا تھا۔ آج ترقی پذیر ممالک میں آبی خدمات کے انتظام کی نجکاری بارے آئی ایف آئی کی ہدایات میں جو حاوی رجحان پایا جاتا ہے، وہ دراصل آبی خدمات کے سلسلہ میں امداد دینے والے بین الاقوامی اداروں کے پُرزور معاشی اور سیاسی مطالبات کی غمازی کرتا ہے۔[73] ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ ترقی کے بین الاقوامی استعاروں کی شناخت رکھنے والے ان اداروں نے اپنی حکمت عملی کو کھوکھلی نعرہ بازی کے ذریعہ ''غربت نواز پروگرام'' کا نام دے رکھا ہے۔

3.1.1 آبی نجکاری کی اقسام

نجکاری کی تمام اقسام میں ایک عنصر تسلسل سے کارفرما ہے۔ وہ یہ کہ آبی انتظام و انصرام کا شعبہ مکمل طور پر نجی کمپنیوں کو سونپ دیا جائے۔[74] ماسوائے برطانیہ، جہاں مکمل طور پر آبی نظام نجی کمپنیوں کو فروخت کر دیا گیا ہے، اکثر ممالک میں نجکاری کا عمل رعایتوں، لیزوں، انتظامی معاہدوں کے علاوہ ''بناؤ، چلاؤ اور منتقل کرو'' جیسے فارمولوں کے سہارے جاری وساری ہے۔ دوسری طرف لفظ ''نجکاری'' آج کل انتہائی غیر مقبول ہو چکا ہے۔ 90ء کی دہائی کے دوران آبی نجکاری کی کی گئی ابتدائی کوششوں میں بڑے پیمانہ پر نجی شعبہ کو شامل کیا گیا تھا۔ ان کوششوں کو عام طور پر ''نجی شعبہ کی شمولیت'' (پی ایس پی) کا نام دیا جاتا تھا۔ جبکہ پچھلے سالوں سے اسے پی ایس پی کی بجائے ''پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ (پی پی پی) کہا جانے لگا۔ اپنے مافی الضمیر میں یہ دونوں طریقہ کار ایک ہی سکہ کے دو رخ ہیں۔ لاہور واسا کی نجکاری کے سلسلہ میں بھی نجکاری کی دستاویزات میں پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کی اصطلاح کا استعمال کیا گیا ہے۔

3.1.2 ناکامیوں کا اعتراف

90ء کی دہائی کے ابتداء میں نجی شعبہ کی شمولیت کے عنوان کے تحت وسیع پیمانہ پر مشتہر کیے گئے فراہمی آب کے رعایتی ٹھیکوں میں بیونس آئیرز، جکارتہ اور منیلا جیسے ممالک کے نام شامل تھے۔ 1990ء کی دہائی کے آخر میں ان سکیموں کی ناکامی اور ٹھیکوں کی منسوخی کے ساتھ ہی یہ امر تسلیم کیا گیا کہ نجکاری کی ترویج و

ترقی کی قدر پیمائی کرتے ہوئے جس قدر ''نجی سیکٹر کی شرکت سے کارکردگی اور سرمایہ کاری میں اضافہ کی توقع کی گئی تھی، اس مناسبت سے بہت ہی کم اثر پڑا ہے۔ اس کے باعث شہریوں سے متعلق مسائل کے سلسلہ میں فراہمی آب اور سینی ٹیشن کے نظام کی کارکردگی میں کوئی بہتری نہیں لائی جاسکی۔[75]

لہذا پچھلے سالوں میں فراہمی آب اور سینی ٹیشن کے سیکٹر میں نجی سیکٹر کی شمولیت کا ''نعرہ'' بڑی حد تک مدھم پڑ گیا اور عالمی بینک کو اپنی حکمت عملی بدلنے پر مجبور ہونا پڑا۔[76] یوں 2003ء سے عالمی بینک کو ترقی پذیر دنیا میں خدمات فراہم کرنے والے ان سرکاری اداروں کی طرف رخ موڑنا پڑا۔ اس بار ان اداروں کے انتظامات میں اصلاح کی ایسی حکمت عملی متعارف کروائی گئی جس کی رو سے فراہمی آب کی سہولیات پر مقتدر تو بظاہر پبلک سیکٹر یا سرکار ہو گی لیکن عملی انتظام نجی سیکٹر کے قبضہ میں ہوگا۔ اصلاح کے اس ماڈل کو ''نیو پبلک مینجمنٹ'' (این پی ایم) یعنی ''نیا سرکاری بندوبست'' کہا گیا ہے۔ یہ بندوبست ریاستی ملکیت میں چلنے والے خدمات سے وابستہ اداروں کی خود اختیاری بڑھانے کا عندیہ لیے ہوئے ہے۔ یہ نیا بندوبست انتظامیہ کو روایتی نوکر شاہانہ انداز[77] میں چلانے کی بجائے متبادل کے طور پر پبلک انتظامیہ کا روپ دینے کا متقاضی ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ ان اداروں کو کاروباری انداز میں منڈی کی تعین کردہ سمت میں منافع بخش بنیاد پر چلایا جائے۔ تاہم حکمت عملی اور اصلاحی طریقہ کار میں بظاہر تبدیلی کے باوجود عالمی بینک کی 1990ء سے تادم تحریر جاری وساری یہ دونوں حکمت عملیاں بنیادی طور پر ایک دوسرے سے کسی بھی لحاظ سے مختلف نہیں۔ کیونکہ بنیادی طور پر یہ دونوں ہی فراہمی آب کی سہولیات کو انتظامی طور پر کاروباری اور منڈی کے رجحان کو تقویت دینے کی بنیاد پر چلانے کی سمت کا تعین کرتی ہیں۔ اگرچہ اس میں واضح طور پر نجکاری کا اعلان نہیں کیا جاتا، لیکن اس کے باوجود آبی سہولیات کے انتظام کو کاروباری انداز میں چلانے کی ترغیب ابھی تک موجود ہے۔ مثال کے طور پر لاگوس سٹیٹ واٹر کمپنی (نائیجیریا) کو عالمی بینک کی طرف سے دی گئی سفارشات اور لاہور واسا کو دی گئی سفارشات میں حیرت انگیز مشابہت ہے۔ (دیکھئے 2.7.3 عالمی بنک کی سفارشات برائے واسا)۔

3.2 آبی سہولیات کی نجکاری کی نوعیت

غذا اور ہوا کی مانند پانی بھی انسانی زندگی کے لیے ایک بنیادی ضرورت کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس حقیقت کے اردگرد ہی آبی نجکاری پر ہونے والی تمام تر تنقید مرکوز ہے۔ اس کے برعکس نجی آبی کمپنیاں تاجرانہ مفاد کے تحت محض منفعت اور اجارہ داری کو ہی مقدم رکھتی ہیں۔ لہذا روزمرہ اشیاء کی کمی کا شکار کم آمدن افراد کی داد رسی ممکن نہیں۔ پانی زندہ رہنے کی لازمی ضرورت ہے اس لیے اس کی طلب ہر قیمت پر برقرار رہتی ہے۔ جبکہ آبی کمپنیاں اپنے صارفین سے متعلق ردعمل میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔ جیسا کہ بیان کی گئی مثالوں میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ غریب آبادیوں کو منڈی کے طریقہ کار کے ہاتھوں شدید نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اس طریقہ کار میں پچھڑے ہوئے طبقات کی ضروریات سے صرف نظر کرنا معمول کا مسئلہ ہے۔

دوسری نہایت ہی اہم بات یہ ہے کہ فراہمی آب ایسا شعبہ ہے جس میں اسکی ہیئت کی وجہ سے مقابلے کے رجحان کو متعارف نہیں کرایا جاسکتا۔ اس کے برعکس ٹیلی کمیونیکیشن کی خدمات میں کسی حد تک مقابلے کے رجحان کی گنجائش بنتی ہے۔ اس میں خدمات فراہم کرنیوالے ایک سے زائد ہوتے ہیں اور خدمت کی فراہمی کی نوعیت بھی متحرک ہوتی ہے۔ لیکن آبی خدمات کے انفراسٹرکچر کی بنیاد تو جگہ کی پابندی پر ہوتی ہے جسکی وجہ سے پانی کے استعمال کنندگان کی کیفیت ایک ''قیدی صارف'' کی مانند ہو جاتی ہے۔ اب فراہمی آب خواہ سرکاری ہو یا نجی، اس کو نسبتاً اجارہ داری حاصل ہو جاتی ہے۔ اس میں اگر مقابلہ کی کسی حد تک کوئی صورت پیدا کرنی مقصود ہے تو جہاں مختلف شہری اضلاع کو مقابلہ کرنے والی آبی سہولیات کے انتظام میں دے دیا جائے گا وہاں لوگوں کو بھی رہائشی مقام کے انتخاب کا حق ان کے ووٹ کے ذریعہ فراہمی آب کی سہولت کی کوالٹی کی بنیاد پر دینا ہوگا۔ تاہم اس صورتحال میں غریب تو تو سراسر گھاٹے میں رہتے ہیں۔ اب اگر اس طریقہ کار کو بھی اپنا لیا جائے تو پھر یہ غریب ہی ہوتے ہیں، جنہیں ہمیشہ نہایت ہی گھٹیا معیار کی خدمات میسر آتی ہیں۔ اکثر اوقات ناقدانہ تفصیل میں ایسے پہلوؤں کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے جن کے مطابق فراہمی آب کے اداروں کو منڈی میں ڈالر کے بھاؤ کے ساتھ پانی کی قیمت منسلک کرنے کا پابند بنانا مقصود ہو۔ جبکہ عالمی بینک کی یہ

- ہدایات تو کے ڈبلیو ایس بی کی نجکاری کی کوشش میں بھی شامل تھیں۔ اس پر عملدر آمد کر دینے سے ڈالر کی قدر میں اضافہ کے ساتھ ہی پانی کی قیمت کی شرح میں بھی اضافہ کرنا پڑتا ہے۔ عالمی بینک کی واسالاہور بارے مجوزہ تجاویز میں بھی یہ ہدایات موجود ہیں کہ پانی کی قیمت کو افراط زر کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔[78] اس سلسلے میں یہ وضاحت کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کہ پانی کی قیمت میں ایسا اضافہ خصوصاً غریبوں کی کم از کم لازمی ضرورتوں سے آنکھیں بند کر لینے کے مترادف ہے۔

تیسری دنیا کے جن ممالک میں نجکاری کی کوششیں کی گئی ہیں ان میں سے بیشتر ممالک میں آمریت کے باعث استبدادی حکومتوں کا دور دورہ تھا۔ ان ممالک میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نہ صرف غیر جمہوری عمل اپنایا گیا بلکہ وہاں احتساب اور شفافیت کا مکمل طور پر فقدان بھی تھا۔

3.3 ''ناکامی'' کیا ہے؟

بین الاقوامی تجربات کی روشنی میں

دنیا بھر میں آبی نجکاری کے سلسلہ میں کی گئی 90 فیصد سے زائد کوششوں کو مکمل طور پر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ''ناکامی'' کی اصطلاح کے حقیقی مطلب کو ان دو صورتوں میں سمجھا جا سکتا ہے۔ اول یا تو کمپنی ازخود حاصل شدہ ٹھیکے کی تنسیخ کر دے یا پھر شہریوں کی طرف سے مزاحمتی جدوجہد کے دباؤ میں آ کر کمپنی ٹھیکے کو منسوخ کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اس قسم کے ناکام تجربے بیونس آئیرز (ارجنٹائن)، اٹلانٹا، جارجیا (امریکہ)، منیلا (فلپائن)، کوچابامبا (بولیویا) جکارتہ (انڈونیشیا)، نیلس پروٹ (جنوبی افریقہ) جیسے شہروں سمیت برطانیہ، تنزانیہ اور موزمبیق جیسے ممالک میں بھی دیکھے گئے۔ عمومی طور پر پانی کے ٹیرف میں بے پناہ اضافہ، فرم کی طرف سے وعدہ کے مطابق متوقع انفراسٹرکچر کے لیے سرمایہ کاری میں تخفیف، ملازمتوں میں کمی، صحت کے بارے میں شہریوں کی تکلیف دہ صورتحال اور ماحولیاتی آلودگی جیسے مسائل کے پیدا ہو جانے کو ان ناکامیوں میں اہم وجوہات گردانا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں شفافیت کے دعوؤں کے باوجود مقامی ریگولیٹری اداروں کی طرف سے نجی آبی کمپنیوں کے لیے کمزور ضوابط بشمول بدعنوانی رشوت ستانی اور خفیہ معاہدوں کی گنجائش جیسے امور نے بھی اس ناکامی میں کردار ادا کیا ہے۔

تصویر نمبر 8: بولیویا میں پانی پر ہونے والی دھکم پیل کا اک منظر

ان ناکامیوں سے اس تلخ حقیقت کی نشاندہی ہوتی ہے کہ ان ناکام تجربوں سے عوام کی جیبوں پر بار بار ڈاکہ زنی ہوتی ہے۔ یوں یہ عمل غربت میں مزید اضافے کا سبب بنتا ہے۔ جب ابتدائی سطح پر پانی کی قیمتوں میں اضافہ کیا جاتا ہے تو لوگ بہتر خدمات اور معیار کے حصول کی توقع میں اس کی ادائیگی کر دیتے ہیں۔ جب پانی کی قیمت یا بل میں اضافہ ایک سے زائد بار کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے تو لوگ یا تو مجبوراً ادائیگی کر دیتے ہیں یا پھر پانی کا کنکشن ہی کٹوا دیتے ہیں۔ دوسری طرف جب ایک دفعہ پانی کے ٹھیکوں کو منسوخ کر دیا جاتا ہے تو کمپنیاں میزبان حکومتوں کے خلاف قانونی کاروائی کا سلسلہ شروع کر دیتی ہیں۔ اس قانونی کاروائی میں آبی کمپنیاں مستقبل کے منافعوں کا حساب کتاب لگا کر حکومتوں سے معاوضہ طلب کرتی ہیں۔ یوں بالآخر صارفین کو براہ راست اور بالواسطہ ٹیکسوں کی صورت میں دوبارہ ادائیگی کرنا پڑتی ہے۔

لاطینی امریکہ کا شمار ترقی پذیر ممالک کے ان اولین خطوں میں ہوتا ہے جہاں نجکاری کا ڈول ڈالا گیا۔ 1993ء میں ارجنٹائن کے شہر بیونس آئیرز سے نجکاری کی ابتداء ہوئی۔ اس کے بعد 1997ء میں منیلا (فلپائن) میں اس کا اجراء ہوا۔ جبکہ ایک سے تین سال کے اس عرصہ میں غیر متوقع طور پر نجکاری کے ٹھیکوں کا انہدام شروع ہو گیا۔ پچھلے پانچ سالوں میں ملٹی نیشنل آبی کمپنیوں نے لاطینی امریکہ سے واپسی کا سفر شروع کر دیا ہے۔ اس کی دو بڑی وجوہات ہیں۔ ایک تو عوامی سطح پر اس کی شدید مخالفت اور دوسرے خاطر خواہ بڑے منافعوں کے حصول میں ناکامی۔ [79] لاطینی امریکہ میں نجی آبی ٹھیکوں کے سب سے بڑے گروپ نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ ترقی پذیر ممالک میں اپنے تمام جاری منصوبوں کو چھوڑ دے گا تاوقتیکہ اس کے لگے ہوئے سرمایہ پر اسے کم از کم 13 فیصد تک منافع حاصل نہ ہو۔ 2007ء میں پانی کی بین الاقوامی کمپنی سوئیز نے اعلان کر دیا کہ اس کی واپسی مکمل ہو گئی ہے۔ مزید یہ کہ اب لاطینی امریکہ میں پانی کے شعبہ میں سوئیز کمپنی کا کوئی ملازم موجود نہیں ہے۔ ''پبلک سروسز انٹرنیشنل'' کے ڈیوڈ ہال نے رپورٹ کیا ہے، ''خطہ سے باہر کی چند ایک ایسی ملٹی نیشنل کمپنیاں ہی اب لاطینی امریکہ میں رہ گئی ہیں جن کے سپرد آبی ٹھیکوں سے متعلق کام بچا ہوا ہے۔ ان میں سے اکثر اس کام میں توسیع کا کوئی ارادہ نہیں رکھتیں۔ جبکہ ان میں سے کچھ نے تو باقی ماندہ کام کو فروخت کر دینے کی بھی کوششیں شروع کر دی ہیں''۔ اب ہم دنیا بھر میں نجکاری کے سلسلہ میں ہونیوالی وسیع تر ناکامیوں اور ان سے شہریوں پر پڑنے والے عمومی منفی اثرات کی حامل نمایاں مثالوں میں سے چند ایک کا انتخاب پیش کر رہے ہیں۔

> **حیران کن امر یہ ہے کہ بیکٹل نے حکومت کو اس بات پر قائل کر لیا کہ وہ ایسا قانون منظور کرے جس کی رو سے شہریوں کے لیے لازمی ہو کہ وہ بارش کے پانی کو اکٹھا کرنے کے لیے کمپنی سے لائسنس حاصل کریں۔ اس کے باعث بولیویا کے شہریوں کی زبان پر یہ فقرہ عام ہو گیا "حکومت نے تو ہمارے بارش کے پانی کی بھی نجکاری کر دی ہے"۔**

3.3.1 ارجنٹائن

لاطینی امریکہ کے دیگر ممالک کی نسبت ارجنٹائن میں آبی خدمات کی نجکاری وسیع پیمانہ پر کی گئی۔ 1993ء میں بیونس آئیرز میں فراہمی آب کے سرکاری محکمہ کی نجکاری ارجنٹائن کی اک کمپنی اگوآس نے سرانجام دی تھی جو فرانسیسی آبی کمپنی کی ذیلی شاخ متصور ہوتی ہے۔ نجکاری کے اس منصوبہ پر عالمی بینک نے وسیع انداز میں شادمانی کے ڈھنڈورے پیٹے۔ پہلے آٹھ سال تک ٹھیکے کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کو کمزور ریگولیٹری کارروائیوں اور ٹھیکے پر دوبارہ گفت وشنید کا حق رکھتے ہوئے چلایا گیا۔ نہایت ہی چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ بین الاقوامی آبی کمپنی سوئیز کو اس امر کی اجازت دے دی گئی کہ وہ پانی کی قیمتوں کو ڈالر سے منسلک کرتے ہوئے ٹیرف میں کلی طور پر اضافہ کر سکتی ہے۔ [80] اس طرح کمپنی کو 20 فیصد کے حساب سے ٹیرف کی شرح بڑھ جانے سے منافع کمانے کا موقع فراہم ہو گیا جو دیگر ممالک کی پانی کی صنعت کی مناسبت سے قابل قبول یا عام طور پر مناسب ہونے سے کہیں زیادہ تھا۔ [81] پانی کے گھریلو بلوں میں مئی 1993ء اور جنوری 2002ء کے دوران 88.2 فیصد اضافہ کیا گیا۔ اس اضافہ اور افراط زر کی شرح کے درمیان کوئی تعلق نہ بنتا تھا۔ فراہمی آب کے کنکشن کاٹ دینا معمول بن چکا تھا اور یونین کی مداخلت کو امید افزاء مالیاتی حاصلات اور ادائیگیوں کے حصول کی خاطر بری طرح کچل دیا گیا۔

خدمات کی ترقی و توسیع کے معاہدے میں تعین شدہ شرائط کے مطابق کمپنی اپنی ذمہ داریوں کا 45 فیصد پورا کرنے میں ناکام ہو گئی۔ دوسری طرف غیر فعال کارکردگی کی وجہ سے بے پناہ آلودگی بڑھ گئی تھی۔ اس کے باعث اگوآس ارجنٹائن نے نئے سیوریج ٹریٹمنٹ پلانٹ کی تعمیر سے متعلق اپنی معاہداتی ذمہ داری پورا

کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ شہر کے گندے پانی کی نالیوں اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں کا 95 فیصد ابھی تک براہ راست دریا میں ہی گرایا جاتا تھا۔ سب سے زیادہ نقصان شہریوں کو اس وقت برداشت کرنا پڑا جب جولائی 2003ء میں اگوآس ارجنٹائن نے بین الاقوامی مصالحت کی خاطر سرمایہ کاری سے متعلقہ تنازعوں کو نمٹانے کے لیے عالمی بینک کے بین الاقوامی مرکز آئی سی ایس آئی ڈی کے روبرو ایک مقدمہ دائر کیا۔ اس مقدمہ میں کمپنی نے کرنسی کی قدر میں کمی کے باعث سات بلین امریکی ڈالروں (سات ارب ڈالر) کے نقصانات کی تلافی کا مطالبہ کیا۔[82]

لاطینی امریکہ میں وقوع پذیر آبی نجکاری کی دیگر ناکامیوں کے باعث بیونس آیرز کی فراہمی آب کی سہولیات اب دوبارہ قومیائے جانے کے عمل سے گزر رہی ہیں۔ مارچ 2006ء میں اگوآس ارجنٹائن کی رعایت کی منسوخی کے ارجنٹائن حکومت کے فیصلے کے پیش نظر ریاستی ملکیت میں فراہمی آب کے منتظم ادارہ اے وائی ایس اے کو فراہمی آب و سینی ٹیشن کی خدمات سرانجام دینے کی ذمہ داری سپرد کر دی گئی ہے۔ اے وائی ایس اے کی 90 فیصد ملکیت ارجنٹائن حکومت کے پاس ہے جبکہ 10 فیصد حصص ٹریڈ یونین کے پاس ہیں۔[83]

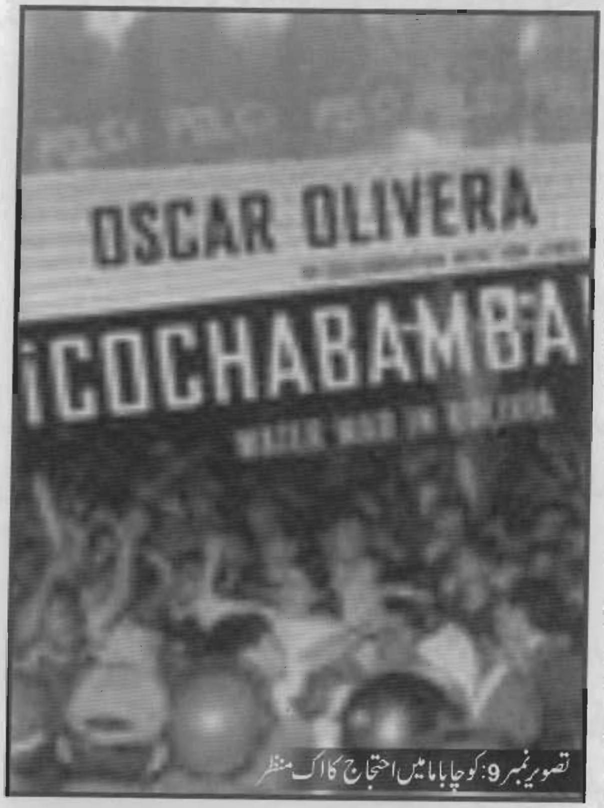

تصویر نمبر 9: کوچابامامیں احتجاج کا اک منظر

3.3.2 فلپائن

1997ء میں آئی ایف سی کی ہدایات کی روشنی میں فلپائن کے شہر منیلا میں سرکاری ادارے "میٹروپولیٹن واٹر ورکس اور سیوریج سسٹم (ایم ڈبلیو ایس ایس) کی نجکاری کر دی گئی۔ 1997ء میں 25 سال کے لیے لیز کے معاہدہ کی تکمیل کرنا اس وقت کی سب سے بڑی نجکاری تھی۔ ایم ڈبلیو ایس ایس نے فراہمی آب اور سیوریج کی خدمات کے انتظام کو "مینی لیڈ" (Maynilad) نامی نجی کمپنی کو تفویض کرنے کی منظوری دی۔[84]

"مینی لیڈ" نے ٹھیکہ حاصل کرنے کے چھ ماہ کے دوران ہی 750 کارکنوں کی ملازمتیں ختم کر دیں اور ایک سال کے اندر پانی کے بل کی شرح میں اضافہ کرنے کا تقاضہ شروع کر دیا۔ زیادہ ٹیرف کے حصول کی ضمانت کے طور پر "مینی لیڈ" نے پہلے سے متمول علاقوں میں ترقی کے کام کرنے میں زیادہ جوش و جذبہ دکھایا اور سرمایہ کاری کے اہداف پورے کرنے کے عمل کو ملتوی کر دیا گیا۔ ٹریٹمنٹ پلانٹس اور نئے انفراسٹرکچر کی تنصیب و تعمیر جیسے منصوبوں کے لیے سرمایہ کاری کے وعدوں کو پورا کرنے کی پابندی نہ کی گئی کیونکہ ان کی تکمیل پر خرچ کی جانے والی سرمایہ کاری نجی کمپنی کو کاروباری لحاظ سے زیادہ سودمند نہیں لگی۔ مقامی ریگولیٹری اداروں کی غیر مناسب مانیٹرنگ اور کوتاہیوں کے باعث "ضوابط" سے لگائی گئی توقع پوری نہ ہوئی۔ اس دوران "مینی لیڈ" نے معاہدہ پر گفت و شنید کے عمل کو دوبارہ زیر بحث لانے کی کوششوں کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ پانی سے متعلق نجی کمپنی کے ساتھ کیا گیا یہ ٹھیکہ پانچ سال تک قائم رہنے کے بعد بالآخر 2002ء میں منسوخ کر دیا گیا۔ بالآخر آبی کمپنی نے فلپائن کی حکومت کے خلاف 303 ملین امریکی ڈالروں کے نقصان کی تلافی کا دعویٰ دائر کر دیا۔[85]

3.3.3 بولیویا

بولیویا کا شمار دنیا کے انتہائی غریب اور مقروض ترین ممالک میں ہوتا ہے۔ 1999ء میں بولیویا کی حکومت نے بیکٹل (Bechtel) جیسی بڑی کارپوریشن کی ذیلی کمپنی اگوآس ڈیل طوناری (Aguas-Del-Tunari) کو 40 سال کے لیے رعایتی ٹھیکے کی منظوری دی۔ بولیویا کے سرکاری اداروں بشمول ایئر لائن، ریلوے

اور توانائی سے [86] متعلق سہولیات، نجی سرمایہ کاروں کو فروخت کردینے کے بعد فراہمی آب کی پبلک سہولیات کو نجی شعبہ کی ملکیت میں دینے کی حمایت کرنا، عالمی بینک کی آخری تجویز تھی۔ یہاں بھی ٹیرف کے بارے میں ہدایت دی گئی کہ اس کا تعین ڈالر میں کیا جائے گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جونہی ڈالر کی نسبت مقامی کرنسی کا بھاؤ گر جائے تو پانی کی مقررشدہ قیمت بھی اسی نسبت سے بڑھ جائے گی۔ یوں پانی کا بل ذاتی ملازمت کے حامل مردوں کی ماہانہ آمدنی کا اندازاً 22 فیصد تک جبکہ خواتین کا 27 فیصد کے برابر ہوگیا۔[87] اس کے باعث ایک خاندان کو اپنی ماہوار آمدن کا 1/5 حصہ (20 فیصد) آبی خدمات کے عوض ادا کرنا پڑتا تھا۔[88] اس کے ساتھ ہی حیران کن امر یہ ہے کہ بیکٹل نے حکومت کو اس بات پر قائل کرلیا کہ وہ ایسا قانون منظور کرے جس کی رو سے شہریوں کے لیے لازمی ہو کہ وہ بارش کے پانی کو اکٹھا کرنے کے لیے کمپنی سے لائسنس حاصل کریں۔ اس کے باعث بولیویا کے شہریوں کی زبان پر یہ فقرہ عام ہوگیا ''حکومت نے تو ہمارے بارش کے پانی کی بھی نجکاری کردی ہے''۔ نجکاری کے بعد پانی کے بلوں میں اضافہ کا بوجھ، جو بعض صورتوں میں تو 300 فیصد سے بھی زیادہ ہوگیا تھا، عوام کی برداشت سے باہر ہوگیا۔ یہی وجہ تھی کہ کوچابامبا (Cochabamba) کے ان شہریوں نے جن کی ماہانہ اجرت 100 ڈالر سے بھی کم تھی آبی کمپنیوں کو ملک سے بے دخل کرنے کی مہم میں جوق در جوق حصہ لینا شروع کردیا۔ بولیویا میں آبی نجکاری کو میڈیا نے شہریوں کی زبان میں ''آبی جنگوں'' کا عنوان دیتے ہوئے خوب کوریج دی۔ اس بے چینی کے ردعمل میں بولیویائی حکومت نے شہر فوج کے حوالے کردیا۔ اس کے نتیجہ میں بپھرے ہوئے عوام سے مڈبھیڑ میں 175 لوگ زخمی ہوئے، دو آنکھوں اور تین زندگی سے محروم ہوگئے۔ سات روز کی سول نافرمانی اور احتجاج کے بعد اپریل 2000ء میں بولیویا کے صدر نے یہ امر مجبوری آبی نجکاری کا ٹھیکہ منسوخ کردیا۔ جواباً آبی کمپنی بیکٹل نے بولیویائی حکومت کے خلاف عالمی بینک کے ذیلی ادارے آئی سی ایس آئی ڈی کے روبرو مستقبل میں حاصل ہونے والے منافع کے ازالہ کے طور پر 25 ملین ڈالر معاوضے کا دعویٰ دائر کردیا۔ جنوری 2006ء میں اگوآس ڈیل طوناری نے 3 لاکھ ڈالر بطور ٹوکن معاوضہ کے عوض مقدمہ واپس لینے کا فیصلہ کیا۔[89] باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ مقامی باشندوں اور عالمی سطح پر مسلسل بڑھتے ہوئے دباؤ کی وجہ سے کمپنی اس مقدمہ کا تصفیہ کرنے پر مجبور ہوئی۔ بیونس آئیرز (Buenos Aires) کی طرح اب کوچابامبا میں بھی فراہمی آب کی سہولیات کو از سر نو قومی ملکیت میں لینے کا عمل جاری ہے۔[90]

3.3.4 ساؤتھ افریقہ

1999ء میں ساؤتھ افریقہ کے شہر نیلس پروٹ (Nels Pruit) میں برطانوی ملٹی نیشنل کمپنی بائی واٹر (Biwater) کو 30 سال کے لیے آبی فراہمی کا رعایتی ٹھیکہ دیا گیا۔ بائی واٹر کو مالی مشکلات کے باعث سرمایہ کے حصول کی خاطر پبلک سیکٹر پر انحصار کرنا پڑا۔ اس کے باعث شہریوں پر مسائل کی بوچھاڑ ہوگئی۔ نجکاری کی وجہ سے لوگوں کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑا وہ کچھ یوں تھے۔ رات کے وقت پانی کی بندش سے لوگ ٹائلٹ استعمال کرنے سے محروم کردیئے گئے۔ لوگ جب پانی کے پائپوں کی ٹوٹ پھوٹ کی شکایت کرتے تو ان کی مرمت کرنے میں چار دن سے زیادہ کا عرصہ لگ جاتا۔ پانی کے بلوں میں ناجائز اضافوں اور غلطیوں کی بھرمار ہوتی۔ مزید یہ کہ ٹاؤن شپ [91] کے مکینوں کی نسبت نیلس پروٹ شہر کے ''سفید فام'' آبادی والے علاقوں میں پانی کی فراہمی سستے داموں کی جاتی۔ پیشگی اطلاع کے بغیر صارفین کے فراہمی آب کے کنکشن غیر قانونی طور پر بند کرنے کا عمل غیر معمولی طور پر بڑھ گیا۔ دوسری طرف قومی قانون کے مطابق لوگوں کو بغیر کسی معاوضے کے 6000 لیٹر پانی کی فراہمی بھی نہ کی جاتی رہی۔

آبی نجکاری کا غربت پر نہایت ہولناک اثر اس وقت ظاہر ہوا جب ملک کے انتہائی غریب شہریوں کے پانی کے کنکشن محض اس وجہ سے کاٹ دیئے گئے کہ ان میں اضافہ شدہ بلوں کی ادائیگی کی سکت ہی نہیں رہی تھی۔ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق غریب عوام پانی کی تلاش میں کھاد اور انسانی فضلہ سے آلودہ ندیوں، تالابوں اور جھیلوں کی طرف دوڑتے پھرتے دیکھے گئے۔ اس کے نتیجہ میں 2000ء میں ملک ہیضہ جیسی بیماری کا شکار ہوگیا۔ بالآخر حکومت نے بھی تسلیم کیا کہ یہ وباء ملک میں واٹر ورکس کی نجکاری کی بدولت ہی پھوٹی ہے۔

3.3.5 ریاست ہائے متحدہ امریکہ

عومی تصور کے برعکس نجکاری کے عمل کو ترقی پذیر ممالک کے شہریوں میں ہی نہیں بلکہ ترقی یافتہ ممالک میں بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ 1998ء میں اٹلانٹا کی شہری حکومت نے فرانسیسی کمپنی سوئیز کی ذیلی تنظیم ''یونائیٹڈ واٹر'' کو بیس سال کے لیے فراہمی آب و سینی ٹیشن کا ٹھیکہ دینے کی دستاویز پر دستخط کیے۔ 2003ء میں یہ ٹھیکہ منسوخ کر دیا گیا۔ سرکاری طور پر رپورٹ میں بیان کیا گیا کہ یونائیٹڈ واٹر نے شہری حکومت سے ایسے کام کے عوض بلوں کی ادائیگی کا تقاضہ کیا ہے، جو اس نے سرانجام ہی نہیں دیئے تھے۔ مثال کے طور پر خدمات کی انجام دہی، بڑی مرمت اور دیکھ بھال پر اٹھنے والے بڑے اخراجات کے معاوضے کی شکل میں کمپنی نے 37.6 ملین ڈالر طلب کیے۔ جب کمپنی کے کام کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ شہری حکومت نے اس میں سے 16 ملین ڈالر کی ادائیگی کر دی۔ عام نوعیت کی دیکھ بھال کے بلوں کو بھی ''بڑی مرمتوں'' کے طور پر شمار کیا گیا تھا۔ جبکہ زیادہ ضروری انفراسٹرکچر کی بحالی کو سرے سے نظر انداز ہی کر دیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ سیوریج بل کی شرح میں سالانہ 12 فیصد کا اضافہ کر دیا گیا اور یونائیٹڈ واٹر نے ملازمین کی تعداد کو 700 سے 300 تک کم کر دیا۔ اس گمراہ کن عمل کے باعث شہری حکومت کا اعتماد اس حد تک اٹھ گیا کہ اس کو یونائیٹڈ واٹر کی کارکردگی جانچنے کی خاطر رپورٹیں تیار کرنے کے لیے دس لاکھ ڈالر کے معاوضہ پر نگران عملہ تعینات کرنے کی ضرورت آن پڑی۔

''برطانیہ میں پانی کی تجارت سماج سے کٹے ہوئے ایک بہت بڑے ٹکڑے کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ اس کے باعث گھروں اور صنعتوں کے بلوں میں بے پناہ اضافہ ہو چکا ہے۔ دس برطانوی واٹر کمپنیوں کے ڈائریکٹروں اور حصہ داروں نے یہ اہلیت پیدا کر لی ہے کہ وہ اجارہ دار سپلائروں کے روپ میں لائسنس یافتہ لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھ سکیں''۔

3.3.6 برطانیہ

ترقی یافتہ دنیا میں برطانیہ کی آبی سہولیات کی نجکاری کا مسئلہ نہایت ہی متنازعہ ہے۔ ابتدائی طور پر برطانیہ میں تھیچر حکومت نے 1998ء میں ریجنل واٹر اتھارٹیز (RWAs) کو منافع بخش کاروباری ادارہ میں تبدیل کر ڈالا تھا۔ اس کے بعد نجی اجارہ داریوں کے قیام کی خاطر کمپنی کو 25 سالہ رعائتیں دیتے ہوئے سٹاک مارکیٹ میں بذریعہ حصص فروخت کر دیا گیا۔ بات یہاں پر رکی نہیں بلکہ نجی اجارہ داریوں کو بڑھاوا دینے کی غرض سے حکومتی رعایتوں کے لیے ایک سلسلہ کی بھی منظوری دے دی گئی۔ اس کی وجہ سے دس آبی کمپنیوں کے منافع میں 1990ء سے لے کر 1997ء کے دوران 47 فیصد کا اضافہ ہو گیا۔ دوسری طرف شہریوں کے کنکشنوں کو کاٹ دینے کی شرح پہلے پانچ سالوں میں تین گنا بڑھ گئی۔ 1994ء کی ایک رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا کہ اکثر شہری علاقوں میں پیچش کے عارضہ میں مبتلا مریضوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ آبی کمپنیوں نے پیشگی ادائیگی کے میٹر لگا دیئے جن پر پانی کی سپلائی اس صورت میں کی جاتی جب صارفین پلاسٹک کارڈ کے ذریعے پہلے سے ادائیگی کر دیتے تھے۔ جب صارف کا کھاتہ خالی ہو جاتا تو سپلائی کاٹ دی جاتی۔ عوام کے سخت غم و غصہ کی وجہ سے پارلیمنٹ کو بالآخر ''واٹر انڈسٹری ایکٹ 1999ء'' منظور کرنا پڑا، جس کی رو سے عدم ادائیگی کی بنیاد پر کنکشن کاٹ دینے اور پیشگی ادائیگی کے میٹر لگانے پر پابندی لگا دی گئی۔ نجی کمپنیوں کی دیگر خلاف ورزیوں میں حفظان صحت کے معیار سے انحراف، سیوریج کے بہاؤ کی واپسی، آبی گزرگاہ کی آلودگی اور پینے کے پانی کا خراب معیار جیسی کوتاہیاں بھی شامل تھیں۔ ریجنل واٹر اتھارٹی کی طرف سے کی جانے والی آبی نجکاری پر برطانوی روزنامہ ''دی ڈیلی میل'' نے جولائی 1994ء کی اشاعت میں خبر لیتے ہوئے لکھا ''برطانیہ میں پانی کی

تجارت سماج سے کٹے ہوئے ایک بہت بڑے ٹکڑے کی شکل اختیار کر چکی ہے۔اس کے باعث گھروں اور صنعتوں کے بلوں میں بے پناہ اضافہ ہو چکا ہے۔ دس برطانوی واٹر کمپنیوں کے ڈائریکٹروں اور حصہ داروں نے یہ اہلیت پیدا کر لی ہے کہ وہ اجارہ دار سپلائروں کے روپ میں لائسنس یافتہ لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھ سکیں''۔

3.3.7 تنزانیہ

مئی 2005ء میں تنزانیہ کی حکومت اور برطانیہ کی واٹر کمپنی ''بائی واٹر'' کے درمیان دس سال کی مدت کے لیے طے پانے والا ٹھیکہ محض کمپنی کے دو سالہ آپریشن کے بعد ہی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ تنزانیہ کی حکومت کا دعویٰ تھا کہ'' کمپنی نے گھریلو پائپ لائنوں کی تنصیب کا کام مکمل نہیں کیا۔ کمپنی نے جتنی سرمایہ کاری کا وعدہ کیا تھا وہ بھی نہیں کی۔ پانی کا معیار خراب ہو گیا ہے اور ریونیو میں بھی کمی واقع ہوئی ہے''۔

عالمی بینک نے لاهور واسا کی نجکاری کے ضمن میں لاگوس سے ملتی جلتی تجویز دی هے جس کے مطابق آبی کمپنی کو کارپوریٹ انداز میں کاروباری اصولوں پر استوار کیا جائے۔ لیکن اس طرح کی مجوزہ نجکاری میں بڑی حد تک یہ ابہام برقرار رهتا هے کہ نجکاری کس طریقہ کار کے تحت کی جائے۔

3.3.8 نائیجیریا

نائیجیریا کے آبی اور سینی ٹیشن سیکٹر میں توسیع اور بہتری وقت کی اہم ضرورت ہے۔ 60 سے 70 فیصد آبادی کو یا تو پانی کی سہولیات میسر نہیں۔ جہاں پر یہ خدمات میسر ہیں وہاں گندے پانی کے نکاس کی خدمات ناپید ہیں۔اس کے باوجود 50 کروڑ 50 لاکھ اور 40 ہزار صارفین ایسے ہیں جنہیں یہ سہولیات دستیاب ہیں جو دیگر افریقی ممالک کی نسبت ایک بہت بڑی تعداد ہے۔ [92]

ترقی پذیر ممالک ہی کی طرح نائیجریا میں بھی واٹر سیکٹر کی نجکاری کی حکمت عملیوں کا ارتقاء بیرونی اداروں کی شرائط کے تحت ہوا، جن میں بنیادی طور پر عالمی بینک سرفہرست ہے۔اب عالمی بینک 1979ء سے لے کر 2004ء تک نائیجیریا کے پانی کے تمام منصوبوں کو ناکام قرار دے رہا ہے۔ جبکہ لاگوس کی سٹیٹ واٹر کمپنی کی نجکاری کے منصوبوں پر 1999ء میں آئی ایف سی نے ہی عملدرآمد کا آغاز کیا تھا۔ یادرہے نائیجیریا میں آئی ایف سی بشمول قومی ایئرلائن، ایک سے زیادہ سرکاری اداروں کی نجکاری کے منصوبوں پر کام کر رہی تھی۔ لاگوس میں آبی نجکاری کا منصوبہ ان بہت سے منصوبوں میں سے ایک تھا۔ نجکاری سے پانی کی لاگت میں کمی، سرمایہ کاری کی اہلیت بڑھانے اور پبلک ہیلتھ میں بہتری سمیت معاشی ترقی کی رفتار میں اضافہ جیسی توقعات قائم کی گئیں تھیں۔ تھیمز واٹر (Thames Water) سیورن ٹرینٹ (Sevren Trent) ویاولیا (Veolia) اور سوئیز (Suez) جیسی بین الاقوامی کمپنیوں کی پیشکشوں کو بولی دہندگان کے طور پر منظوری میسر آئی۔ تاہم عالمی سطح پر ان کی ترقی پذیر ممالک سے واپسی کے فیصلہ اور آئی ایف سی کی نجکاری کے لیے رعایت پر مبنی منصوبے کے خاتمہ کے بعد انہوں نے اس سلسلہ میں عدم دلچسپی کا اظہار کر دیا۔ [93]

عالمی بینک نے لاہور واسا کی نجکاری کے ضمن میں لاگوس سے ملتی جلتی تجویز دی ہے جس کے مطابق آبی کمپنی کو کارپوریٹ انداز میں کاروباری اصولوں پر

استوار کیا جائے۔ لیکن اس طرح کی مجوزہ نجکاری میں بڑی حد تک یہ ابہام برقرار رہتا ہے کہ نجکاری کس طریقہ کار کے تحت کی جائے۔[94] 2004ء میں ایک نیا قانون بنایا گیا جس کے مطابق ایک ''ہولڈنگ کمپنی'' کی تشکیل کی گئی جس کی کئی ایک ذیلی کمپنیاں ہوں گی۔ اس طرح اب حکمت عملی یہ ہے کہ ایل ڈبلیو ایس سی کو ہی سٹاک مارکیٹ میں بیچ دیا جائے۔ اس کے لیے نائیجیریا کے مقامی سطح کے سرمایہ کاروں کو ترغیب دی گئی اور اس کے متوازی آبی تجارت کی بین الاقوامی کمپنیوں کو بھی مدعو کیا گیا ہے۔ اس طرح لاہور واسا سے ملتی جلتی صورتحال لاگوس کی نجکاری میں بھی وقوع پذیر ہو چکی ہے۔ اس عمل کو شدید تنقید کا ہدف بنایا گیا ہے۔ نجکاری کی اس پالیسی کو عوام کے سامنے بحث کے لیے قطعاً پیش نہیں کیا گیا تھا۔ نائیجیریا کے ماہرین ترقی اس امر کی بھی نشاندہی کرتے ہیں کہ ورلڈ بینک کی نائیجیریا میں پانی اور سینی ٹیشن سے متعلق منصوبہ میں شمولیت بیرونی مداخلت کا نتیجہ ہے اور اسے غیر جمہوری عمل کے ذریعہ مقامی تجربات کو پس پشت ڈالتے ہوئے چلایا جا رہا ہے۔[95]

دنیا بھر میں کی گئی نجکاری کے بیشتر ناکام واقعات سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ ناکامی کی کئی ایک بنیادی وجوہات ہیں۔ ان میں نمایاں ترین وجوہات، میزبان ملک میں عدم شفافیت کی فضا اور احتساب کے فقدان کے علاوہ کمزور ضوابط اور منڈی کے میکنزم کے باعث انصاف پر مبنی کاروائیوں کی عدم فعالیت ہے۔

3.4 حاصل بحث

پانی کی نجکاری کی ناکامیوں اور معاہدوں کی تنسیخ کا سلسلہ جاری ہے۔ جبکہ دلچسپ معاملہ یہ ہے کہ ترقی پذیر دنیا میں فراہمی آب کی پبلک سہولیات کی نجکاری کو دوبارہ قومی ملکیت میں لینے کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ مزید یہ کہ پیرس میں کامیابی کی دعویدار نجی سیکٹر ماڈل کی آبی کمپنیاں بھی حیران کن طور پر اب پبلک سیکٹر کو واپس کی جا رہی ہیں۔

دنیا بھر میں کی گئی نجکاری کے بیشتر ناکام واقعات سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ ناکامی کی کئی ایک بنیادی وجوہات ہیں۔ ان میں نمایاں ترین وجوہات، میزبان ملک میں عدم شفافیت کی فضا اور احتساب کے فقدان کے علاوہ کمزور ضوابط اور منڈی کے میکنزم کے باعث انصاف پر مبنی کاروائیوں کی عدم فعالیت ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ فراہمی آب کی پبلک سہولیات کی نجکاری عام لوگوں خصوصاً غربت کا شکار عوام کی فلاح و بہبود کے ساتھ براہ راست متصادم ہے۔ اس کا حقیقی تعلق حکومت کے خزانہ سے ہے۔ تمام تر اخراجات کا بوجھ بالآخر شہریوں کی ہی جیبوں پر پڑتا ہے، جن کی وصولی بلاواسطہ اور بالواسطہ ٹیکسوں اور ٹیرفوں کی ادائیگی کے ذریعہ ہی کی جاتی ہے۔ اس لیے ''ناکامی'' محض نقصان یا بدامنی ہی نہیں بلکہ غربت میں اضافہ کا سبب بھی ہے۔ دونوں صورتوں میں دستیاب پینے کے صاف پانی کا عوام کی رسائی سے دور ہو جانا ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ ان ناکامیوں سے اس امر کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ نجی شعبہ کی شمولیت سے فعالیت اور افادیت میں بڑھوتری کے آبی کارپوریشنوں اور ان کے حامی عالمی مالیاتی اداروں کے بلند و بانگ دعوے کسی بھی لحاظ سے درست ثابت نہیں ہوئے۔

باب نمبر 4

نجکاری کی بجائے

سرکاری شعبہ میں اصلاحات

4.1 واسا کو درپیش چیلنج

پنجاب حکومت نے واسا کی نجکاری کے حق میں دلائل دیتے ہوئے درج ذیل مسائل کا ذکر کیا تھا

1- انتہائی ناقص کارکردگی۔ 2- دیگر علاقوں میں توسیع کے لیے رقوم کی عدم دستیابی۔

3- بھاری خسارہ۔ 4- آلودہ پانی کو صاف کر کے دوبارہ استعمال کے قابل بنانیوالی ضروری مشینوں کیلیے سرمایہ کاری کی عدم دستیابی۔[96]

حقیقت حال میں واسا لاہور کو جن مسائل کا سامنا ہے وہ کوئی انوکھے نہیں ہیں۔ ایسے مسائل تو خدمات فراہم کرنے والے اکثر سرکاری اداروں کو درپیش ہیں۔ جبکہ واسا لاہور کو تو محض گذشتہ چار یا پانچ سال سے ہی خسارے سے واسطہ پڑا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ واسا لاہور کا فراہمی آب و سینی ٹیشن کا انفراسٹرکچر اپنی مدت پوری کر چکا ہے اور اس کو بدلنے کی اشد ضرورت ہے۔ آلودہ پانی کو پینے کے قابل بنانے کے لیے واٹر ٹریٹمنٹ پلانٹ بھی درکار ہیں۔ پانی کو ضائع ہونے سے بچانے کی تدابیر بھی توجہ طلب ہیں۔ جبکہ سب سے اہم سرمایہ کی فراہمی ہے۔ غیر جانبدار تجزیے کے مطابق یہ بات سامنے آتی ہے کہ اصل سوال نجکاری کا نہیں بلکہ ان اصلاحات کے نفاذ کا ہے جن کی بدولت واسا لاہور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہے۔ اس غلط فہمی سے بھی فراغت حاصل کرنا ہوگی کہ نجی کمپنیوں کی آمد سے عام شہریوں کے فراہمی آب سے متعلقہ مسائل پلک جھپکتے ہی حل ہو جائیں گے۔

4.2 آبی نجکاری کے فوائد کے ضمن میں پھیلائی گئی خوش فہمیاں

4.2.1 سرمایہ کاری برائے توسیع

بین الاقوامی امدادی اداروں نے نجی سیکٹر کو پانی کے شعبہ میں سرمایہ کاری کے ماخذ کے طور پر متعارف کروایا تھا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نجی کمپنیاں محض اس وقت ہی سرمایہ کاری کرتی ہیں جب انہیں مقامی سطح پر پانی کے کاروبار میں بہت زیادہ منفعت نظر آئے۔ اس طرح زیادہ سرمایہ کاری کی توقع بھی محض خام خیالی ہی

اس میں کوئی شک نہیں کہ واسا لاہور کا فراہمی آب و سینی ٹیشن کا انفراسٹرکچر اپنی مدت پوری کر چکا ہے اور اس کو بدلنے کی اشد ضرورت ہے۔ آلودہ پانی کو پینے کے قابل بنانے کے لیے واٹر ٹریٹمنٹ پلانٹ بھی درکار ہے۔ پانی کو ضائع ہونے سے بچانے کی تدابیر بھی توجہ طلب ہیں۔

ثابت ہوتی ہے کیونکہ طلب کے باوجود دنیا کے دیگر حصوں میں پانی کے بہت کم نئے کنکشن لگے ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق 1997ء کے بعد مجموعی طور پر افریقہ، جنوبی ایشیاء اور مشرقی ایشیاء (ماسوائے چین) میں پانی کے شعبہ میں کی گئی سرمایہ کاری کے نتیجہ میں محض چھ لاکھ نئے کنکشن ہی لگوائے گئے ہیں۔[97]

4.2.2 سرمایہ

اس مفروضہ سے بھی چھٹکارہ پانے کی ضرورت ہے کہ نجکاری کا بٹن آن کرتے ہی نجی کمپنیاں متعلقہ ممالک کو بڑی سرمایہ کاری سے مالا مال کر دیں گی۔ اس حقیقت سے بھی ہم بخوبی واقف ہیں کہ اس تمام سرمایہ کاری کو ٹیکسوں اور بلوں کے ذریعے بالآخر عوام نے ہی منافع کے ساتھ سرمایہ کاروں کو واپس کرنا ہے۔[98] پانی اور سینی ٹیشن پر چاہے سرکاری خزانے سے رقم خرچ کی جائے یا نجی کمپنیوں کی طرف سے، مگر اسے واپس تو شہریوں نے ہی کرنا ہوتا ہے۔ نجی کمپنیاں عموماً سرمایہ کاری کرنے کے لیے بین الاقوامی بینکوں اور مالیاتی اداروں سے رقم ادھار لیتی ہیں۔ ایسے ہی جیسے پانی سپلائی کرنے والے ادارے ریاستوں یا سٹیٹ بینک سے رقم ادھار لیتے ہیں۔ تاہم کمپنیوں اور ریاستوں کے قرض لینے میں ایک بنیادی فرق ہے۔ ریاست جو رقم ان اداروں کو دیتی ہے، وہ معمولی اضافے کے ساتھ واپس کرنا ہوتی ہے جبکہ نجی کمپنیاں لاگت کے علاوہ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کی تگ و دو میں ہمہ تن گوش رہتی ہیں۔ نجکاری کے بعد نجی کمپنیاں سرکاری کھاتوں میں ادل بدل کر کے رقم بچانے کے طریقے ڈھونڈ لیتی ہیں تاہم اس کا فائدہ صارف کو نہیں بلکہ کمپنی ہی کو ہوتا ہے۔

4.2.3 بدعنوانی بمقابلہ شفافیت

سرکاری اداروں میں ہونے والی بدعنوانیوں کے پیش نظر یہ خیال تقویت پکڑ چکا ہے کہ سرکاری ادارے ہوتے ہی بدعنوان ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی ادارے میں اگر نگرانی اور شفافیت کا خاطر خواہ اہتمام نہ کیا جائے گا تو وہاں بدعنوانی کی پرورش کرنے والا ماحول از خود پیدا ہو جاتا ہے۔ گذشتہ ایک عشرہ کے تجربہ سے یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ ہمارے ہاں نہ صرف سرکاری اداروں میں بدعنوانیاں معمول کا حصہ ہیں بلکہ نجی اداروں حتیٰ کہ ریگولیٹری اداروں میں بھی بدعنوانیاں جھنڈے گاڑ چکی ہیں۔[99]

4.3 پیش قدمی کا راستہ

4.3.1 نااہلی سے اعلیٰ کارکردگی تک

2003ء تک واسا لاہور بڑے فخر سے یہ دعویٰ کرتا تھا کہ واسا لاہور فراہمی آب کے دیگر اداروں کے برعکس نہ صرف اپنی لاگت و دیگر اخراجات بلوں وغیرہ سے از خود حاصل کرتا ہے بلکہ حکومتی اعانت یا بجٹ میں مختص رقم پر انحصار بھی نہیں کرتا۔ ایک ایسی صورتحال میں جب پبلک سیکٹر کی عمومی کارکردگی بارے ہر کوئی انگلیاں اٹھا رہا تھا واسا لاہور کی مثال غیر معمولی معلوم ہوتی تھی۔ واسا کے سرکاری افسران اور یونین کے عہدیدار اس بات پر متفق ہیں کہ واسا لاہور اس وقت خسارے

ایک ایسی صورتحال میں جب پبلک سیکٹر کی عمومی کارکردگی بارے ہر کوئی انگلیاں اٹھا رہا تھا واسا لاہور کی مثال غیر معمولی معلوم ہوتی تھی۔ واسا کے سرکاری افسران اور یونین کے عہدیدار اس بات پر متفق ہیں کہ واسا لاہور اس وقت خسارے میں گیا جب واپڈا نے محکمہ جاتی سطح پر واسا لاہور کو فراہم کی جانے والی بجلی کی قیمتوں میں 200 فیصد اضافہ کر دیا۔

میں کیا جب واپڈا نے محکمہ جاتی سطح پر واسا لاہور کو فراہم کی جانے والی بجلی کی قیمتوں میں 200 فیصد اضافہ کر دیا۔[100]

اب فراہمی آب کے طریقہ کار یا سپلائی کرنے والوں کی ذمہ داری بدل دینے سے کیا یہ خسارہ کم ہو جائے گا؟ یہ ایک بالکل ہی غلط تاثر ہے۔ فراہمی آب کے سلسلہ میں جو بھی نئی کمپنی ذمہ داری لے گی اسے بھی بجلی کی ان آسمان سے چھوتی قیمتوں سے ہی واسطہ پڑے گا۔ جب حکومت کی بجائے ایک نجی کمپنی کثیر سرمایہ کاری کرے گی تو لامحالہ وہ ان تمام اخراجات کا بوجھ بھی صارفین پر ہی لاد دے گی۔[101]

دنیا بھر میں جہاں کہیں فراہمی آب کے مسئلہ کو حل کیا گیا ہے، وہاں فراہمی آب کے ضمن میں جمہوری اصلاحات کو اپنایا گیا ہے اور فیصلہ سازی میں عوام کی شمولیت کو بھی یقینی بنایا گیا ہے۔[102] شہریوں کو خدمات فراہم کرنے والے اداروں کی اعلیٰ کارکردگی کے لیے ایسے افراد کی ٹیم بنانا ضروری ہے جن میں لگن بھی ہو اور ان کے حوصلے بھی پست نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں جہاں عوام کو خدمت فراہم کرنے والے اداروں نے اعلیٰ کارکردگی دکھائی ہے وہاں محکمہ میں کی گئی جمہوری اصلاحات کی بدولت پُرعزم جذبہ کے تحت کام کرنے والوں کی ٹیم بھی بنتی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں فرانس اور برطانیہ کی مثالیں نمایاں طور پر دی جاسکتی ہیں۔ اگر واسا کو حاصل ہونے والے سالانہ منافع میں سے، انتظامیہ، ملازمین اور یونین کے لیے بونس کے اجراء کے لیے مناسب تناسب مختص کر دیا جائے تو نمایاں فرق پڑ سکتا ہے۔ پانی کے بلوں اور دیگر ذرائع سے حاصل ہونے والی رقوم کے سلسلہ میں بھی اسی طریقہ کار کو اپنانے سے کارکردگی بہتر ہو سکتی ہے۔[103] اس طریقہ کار کی بدولت ایسے ملازمین کی کارکردگی میں اضافہ دیکھنے میں آتا ہے جو کم تنخواہوں پر بھرتی کیے گئے ہوتے ہیں۔ فراہمی آب کی خدمات کے سلسلہ میں ان باتوں پر نیدرلینڈ میں عمل کیا گیا ہے اور اس کے مثبت اثرات برآمد ہوئے ہیں۔

4.3.2 بدعنوانی سے نجات اور یقینی احتساب

پاکستان میں، آج ہر کوئی یہ بات تسلیم کیے بیٹھا ہے کہ سرکاری اداروں میں بدرجہ اتم بدعنوانی موجود ہے۔ سرکاری اداروں میں بدعنوانی کو بطور پیدائشی عنصر کے دیکھنا کسی طور بھی درست نہیں بلکہ شفافیت کے فقدان سمیت کم تنخواہوں اور ترقی کے مواقع سے محرومی، درحقیقت بدعنوانی کو پروان چڑھانے کا موجب بنتی ہے۔ بدعنوانی تو نجی شعبہ میں بھی کم نہیں ہے۔ فراہمی آب کی نجی کمپنیوں کے کرتا دھرتاؤں کو بھی فراہمی آب کے کاروبار وغیرہ پر قبضہ کرنے کے لیے سرکاری افسران کو رشوت دینے کے الزامات میں بے شمار سزائیں ہو چکی ہیں۔[104] پلاننگ اور ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کا کہنا ہے کہ نجکاری کے ساتھ ساتھ شہری ضلعی حکومت کو بطور ریگولیٹری اتھارٹی کام کرنے کی صلاحیت دی جائے گی تاکہ وہ نجی شعبہ کی موثر نگرانی کر سکے۔ فلپائن کے شہر منیلا اور برطانیہ کے چند شہروں میں نجی شعبہ کی نگرانی کرتے ہوئے شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرنے والی ریگولیٹری اتھارٹیاں خود ہی بدعنوانی کا شکار ہو گئیں تھیں۔ درحقیقت احتساب اور شفافیت کی فضاء قائم کیے بغیر بدعنوانی کا خاتمہ ممکن نہیں۔ ان سب مسائل کا حل محض ایک نئے ادارے کا قیام نہیں بلکہ یہ دیکھنا اہم ہے کہ اس ادارہ کی تشکیل کیسے کی جا رہی ہے۔ اس میں کن لوگوں کو شامل کیا جا رہا ہے۔

مناسب ہوگا کہ واسا بورڈ آف ڈائریکٹرز کی تعمیر نو کرتے وقت بھی اس بات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ اس میں نہ صرف شہریوں کی اکثریت شامل ہو بلکہ فراہمی آب سے متعلقہ مفاداتی عناصر کو بھی اس بورڈ کا حصہ بنایا جائے۔ واٹر بورڈ میں ایسے لوگوں کی شمولیت سے شفافیت اور میرٹ بارے بھی ان تمام لوگوں اور گروپوں کی تشفی ہوگی جو براہ راست اس خدمت سے مستفید ہو رہے ہیں۔ پانی سے متعلقہ مفاداتی گروہوں میں پانی استعمال کرنے والے گھریلو اور صنعتی صارفین، کم

مناسب ہوگا کہ واسا بورڈ آف ڈائریکٹر کی تعمیر نو کرتے وقت بھی اس بات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ اس میں نہ صرف شہریوں کی اکثریت شامل ہو بلکہ فراہمی آب سے متعلقہ مفاداتی عناصر کو بھی اس بورڈ کا حصہ بنایا جائے۔

آمدن کے علاقوں میں رہنے والے صارفین، ماحولیات سے متعلقہ تنظیمیں، واسا ٹریڈ یونین اور واسا سے متعلق تمام تر ادارے شامل ہیں۔ اس میں واسا کے ملازمین اور انتظامیہ کے نمائندے بھی شامل ہوں۔ حتیٰ کہ وہ بینک بھی جہاں سے واسا لاہور قرضے لیتا ہے۔

یہ وہ اصلاحات ہیں جنہیں دنیا بھر میں ریاستی ملکیت میں چلنے والے فراہمی آب کے اداروں نے اپنایا ہے۔ اس ضمن میں نیدرلینڈ کی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ یہاں پانی سپلائی کرنے والی کمپنیوں کے اعلیٰ فیصلہ ساز بورڈوں میں نہ صرف ورکروں کو نمائندگی حاصل ہے بلکہ صارفین کے نمائندے بھی اس کا حصہ ہیں۔ یاد رہے، صارفین کے نمائندوں کو مقامی سطح پر منتخب کیا جاتا ہے۔

ارجنٹائن کے شہر بیونس آئیرز کی مثال بھی قابل غور ہے۔ یہاں فراہمی آب کو دوبارہ سے قومی تحویل میں لے لیا گیا ہے اور آج کل اس کے 90 فیصد حصص ارجنٹائن حکومت کے پاس ہیں جبکہ 10 فیصد حصص ٹریڈ یونین کی ملکیت ہیں۔ اس طرح لاطینی امریکہ کی مثال بھی دی جاسکتی ہے۔ وہاں کوچاباما میں فراہمی آب کو دوبارہ قومی تحویل[105] میں لینے کے بعد بورڈ آف ڈائریکٹرز کو از سرنو تشکیل دیا گیا تاکہ مختلف ذمہ دار عناصر کی شمولیت کو ممکن بنایا جاسکے۔[106] اس طرح، لاطینی امریکہ کی اک اور ریاست ہنڈورا میں ریاستی ملکیت میں چلنے والے فراہمی آب کے ادارے کے انتظام میں ملازمین کو ہر سطح پر شامل کرنے کے نظریئے کے تحت ٹریڈ یونین کو حصہ دار بنایا گیا ہے۔

علاوہ ازیں، فراہمی آب کا طریقہ کار اور آبی اثاثہ جات کے حوالے سے ہر معاملہ میں نہ صرف شہریوں کو علم ہونا چاہیے بلکہ انہیں ان اداروں کی مسلسل نگرانی بھی کرنی چاہیے۔ واسا میں ہونے والے ترقیاتی کاموں اور اصلاحات سے لے کر حساب کتاب سے متعلقہ کھاتوں سمیت واسا کی تمام دستاویزات تک شہریوں کی عام رسائی ہونی چاہیے۔ یہ وہ طریقہ کار ہے کہ جس پر امریکہ کے بہت سے شہروں میں بھی عمل ہوتا ہے اور جنوبی بھارت کے شہر کیرالہ میں بھی۔

تیسری بات یہ ہے کہ واسا میں جو بھی ترقیاتی منصوبہ شروع ہو، اس کا ایک سرکاری افسر مکمل طور پر ذمہ دار ہو۔ منصوبہ شروع ہونے سے پایہ تکمیل تک پہنچنے میں وہ اس کا ذمہ دار رہے۔[107] ایسا کرنے سے خرابی کی صورت میں آپ کسی ایک شخص کو ذمہ دار ٹھہرا سکیں گے اور اس کا احتساب بھی ممکن ہوگا۔ عموماً دیکھا یہ گیا ہے کہ منصوبے منظور ہوتے رہتے ہیں اور افسروں کی ایک عہدے سے دوسرے عہدے پر تبدیلیوں کا عمل بھی جاری رہتا ہے۔ جب کہیں خرابی نظر آتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب منصوبہ شروع ہوا تھا تو فلاں افسر ذمہ دار تھا، درمیان میں فلاں افسر آگئے اور جب منصوبہ تکمیل پر پہنچا تو اب اک نیا افسر موجود ہے۔ اس طرح کسی ایک فرد کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ یوں احتساب کا عمل متاثر ہوتا ہے۔

4.3.3 سرمایہ کی ضرورت

حکومت فراہمی آب اور سینی ٹیشن کے سلسلہ میں جو بھی خرچ کرتی ہے اسے ٹیکسوں اور بلوں کے ذریعے شہریوں سے وصول کرلیا جاتا ہے۔ نجی کمپنیاں تو اپنی پیداوار کی کل لاگت بمعہ منافع قیمتوں کے تعین سے حاصل کرتی ہیں۔ یوں سرکاری سطح پر تو ٹیکسوں اور بلوں کے ذریعے محض لاگت ہی حاصل کی جاتی جبکہ نجی شعبہ تو زیادہ سے زیادہ منافع بھی اس میں شامل کردیتا ہے۔ ان حالات میں فراہمی آب کے لیے جو بھی رقوم آئیں گی ان کا سارا بوجھ صارفین پر پڑے گا جو قطعاً خوش آئیند نہیں ہوگا۔

واسا میں ہونے والے ترقیاتی کاموں اور اصلاحات سے لے کر حساب کتاب سے متعلقہ کھاتوں سمیت واسا کی تمام دستاویزات تک شہریوں کی عام رسائی ہونی چاہیے۔ یہ وہ طریقہ کار ہے کہ جس پر امریکہ کے بہت سے شہروں میں بھی عمل ہوتا ہے اور جنوبی بھارت کے شہر کیرالہ میں بھی۔

پلاننگ اور ڈویلپمنٹ (P&W) ڈیپارٹمنٹ پنجاب کے حالیہ اندازوں کے مطابق لاہور میں پانی و سینی ٹیشن کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے 20 ارب (20 بلین) روپے کی ضرورت ہے۔ اس سرمایہ کاری کا واحد ذریعہ خارجی امداد ہے۔ مفروضہ یہ ہے کہ نجی کمپنیاں سرمایہ لائیں گی۔ اب یہ نجی کمپنیاں سرمایہ کہاں سے لاتی ہیں؟ یہ کمپنیاں بین الاقوامی مالیاتی اداروں اور دیوقامت بینکوں سے سود پر قرضہ لیتی ہیں۔ جس شرح سود پر یہ کمپنیاں قرضہ لیتی ہیں، اس سے کہیں کم شرح سود پر بین الاقوامی مالیاتی ادارے ریاستوں کو قرضے دیتے ہیں۔ سود کی کم شرح کے حصول کے علاوہ دوسرا مسئلہ سرمایہ کے مرحلہ وار حصول کے طریقہ کار کا ہے۔

اب واسا کے ترقیاتی کاموں کے لیے تو وقفوں وقفوں سے رقم درکار ہوتی ہے۔ اس کے باعث واسا کے ضمن میں یہ عمل اپنایا جا سکتا ہے کہ اسے جتنی رقم کی اس مخصوص مرحلہ پر ضرورت ہے وہی حاصل کی جائے۔ تمام رقم اکٹھی آئے گی تو اس پر سود بھی اکٹھا ہی دینا پڑتا ہے۔ امدادی رقوم کے حصول کے لیے پاکستانی بینکوں اور لیزنگ کمپنیوں سے بھی بات کی جا سکتی ہے۔ واسا اپنے اثاثہ جات کے ذریعے بھی یہ رقم حاصل کر سکتا ہے۔ یاد رہے، واسا یونین کے مطابق لاہور واسا کے اثاثہ جات کی قیمت 81 ارب (81 بلین) روپے ہے۔

4.3.4 پانی کی قیمت کا تعین اور پانی کے ضیاع سے نجات

لاہور میں زیرِ زمین پانی کی سطح کے کم ہو جانے میں ایک وجہ پانی کا بے تحاشہ ضیاع بھی ہے جو گھریلو اور صنعتی دونوں سطح پر برابر جاری ہے۔ جہاں واسا کو ایک طرف پانی کے ضیاع کو کم سے کم کرنے کی مہم چلانی چاہیے وہاں اس بات کو بھی یقینی بنانا اس کا ہی فرض ہے کہ غریب آدمی پانی جیسی بنیادی ضرورت سے کسی بھی حال میں محروم نہ ہو۔ پانی کے ضیاع کو روکنے کے لیے واسا کی پالیسی ایسے ترتیب دی جانی چاہیے کہ واسا صارفین کو یومیہ فی کس پانی استعمال کرنے کے بارے میں مطلع کرے۔ یوں لوگوں کو پانی بچانے کی ترغیب دی جا سکتی ہے۔

جنوبی افریقہ بارے اک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ وہاں پانی کا فی کس یومیہ استعمال پانچ لٹر فی کس سے 200 لٹر یومیہ فی کس ہے۔ دنیا بھر میں غریبوں کو پانی کی سپلائی ارزاں قیمت پر دینے کے لیے امیر طبقات کو مقابلتاً مہنگا پانی دیا جاتا ہے۔ جبکہ واسا میں گھریلو اور کمرشل کی تقسیم کو مدنظر رکھتے ہوئے گھروں کو سپلائی کیے جانے والے پانی کی قیمت کم رکھی گئی ہے۔ واسا گھریلو استعمال کے پانی پر اس سے زیادہ بہتر پالیسی بنا سکتا ہے۔ بیونس آئیرز میں فراہمیِ آب کو دوبارہ سے قومی تحویل میں لینے کے بعد کم آمدنی والے خاندانوں کے لیے ایسی پالیسی بنائی گئی ہے جس کے تحت بل نہ دینے والے غریبوں کو رعایت دی گئی۔ اس پالیسی کے تحت دسمبر 2006 تک 114000 لوگوں کو فائدہ پہنچا جبکہ اس پر لاگت کا تخمینہ فی سال چار ملین پیسو (Peso) تھا۔[108]

فراہمیِ آب کے نظام کی نگرانی اور پانی کے ضیاع کو بچانے کے لیے ہمیں گھریلو، کمرشل اور صنعتی کنکشنوں پر میٹر نصب کرنے ہوں گے۔ فراہمیِ آب کا ایسا نظام متعارف کروانا چاہیے جو بغیر کسی رکاوٹ جاری رہے اور مسلسل نگرانی اور شفافیت کے پیمانوں پر پورا اترے۔ 1997ء سے واسا لاہور نے میٹروں کی تنصیب کا کام شروع کیا ہے۔ 1997ء کے بعد سے پانی کے تمام نئے کنکشنوں کے ساتھ میٹر لگانے کا کام جاری ہے۔ واسا کے افسران کے مطابق پانی کے پرانے کنکشنوں پر

پانی کے ضیاع کو روکنے کے لیے واسا کی پالیسی ایسے ترتیب دی جانی چاہیے کہ واسا صارفین کو یومیہ فی کس پانی استعمال کرنے کے بارے میں مطلع کرے۔ یوں لوگوں کو پانی بچانے کی ترغیب دی جا سکتی ہے۔

بھی بتدریج میٹر لگانے کا کام جاری ہے۔ میٹروں کی تنصیب کی وجہ سے اب پانی کا بل، استعمال شدہ پانی پر آئے گا جبکہ پہلے تو فلیٹ ریٹ ہی چل رہا تھا جس میں پانی کے استعمال کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ میٹر کے نظام کے بعد اب پانی کی چوری اور پانی کے رسنے بارے بھی زیادہ جانکاری ہو سکے گی۔

4.3.5 واساوالوں کی بھی سنیئے

واسا لاہور کے حوالے سے بڑے بڑے فیصلے یا تو صوبائی سطح پر کیے جاتے ہیں یا پھر وفاقی۔ زیادہ تر یہ فیصلے سیاسی موافقتوں اور امدادی تنظیموں کے خارجی مشاورت کاروں کے زیر اثر کیے جاتے ہیں۔ واسا کے پاس پرانے ہنرمند اہلکاروں اور تجربہ کار افسروں کی شکل میں مسائل سے نمٹنے کا وسیع تجربہ موجود ہے۔ واسا کے بہت سے تجربہ کار اہلکاروں اور افسروں کے پاس مسائل حل کرنے کا خارجی مشاورت کاروں اور مشیروں سے کہیں زیادہ تجربہ بھی ہے۔ تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ فیصلہ سازی میں واسا کے اہلکاروں اور افسروں کی رائے کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

بدقسمتی سے افسر شاہی کے کام کرنے کا طریقہ کار، طرزعمل اور وطیرہ ایسا ہے کہ جس میں واسا کے تجربہ کار اہلکاروں اور افسروں سے رائے لینے کی گنجائش سرے سے موجود ہی نہیں۔ علاوہ ازیں اس سے متعلق دیگر سرکاری محکموں سے مشاورت کا بھی کوئی مربوط نظام موجود نہیں۔ ان محکموں کے درمیان تنازعات بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ اگر فضاء کو بہتر بنا دیا جائے اور واسا کو مثالی ادارہ بنانے کی خاطر سب اپنی اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ ادارہ زیادہ بہتر نتائج دے سکتا ہے۔

واسا کے پاس پرانے ہنرمند اہلکاروں اور تجربہ کار افسروں کی شکل میں مسائل سے نمٹنے کا وسیع تجربہ موجود ہے۔ واسا کے بہت سے تجربہ کار اہلکاروں اور افسروں کے پاس مسائل حل کرنے کا خارجی مشاورت کاروں اور مشیروں سے کہیں زیادہ تجربہ بھی ہے۔ تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ فیصلہ سازی میں واسا کے اہلکاروں اور افسروں کی رائے کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

باب نمبر 5

لاہور کی سول سوسائٹی کا ردِعمل

5.1 تعارف

''واسا'' کی نجکاری کے بارے میں پہلی تفصیلی رپورٹ اکتوبر 2004ء میں لاہور کے روزنامہ ''دی نیوز'' میں شائع ہوئی۔ اس رپورٹ کے شائع ہونے کے بعد لوگوں نے بجا طور پر برہمی کا اظہار کیا۔ سول سوسائٹی نے بہت سے جائز سوالات اٹھاتے ہوئے اپنے ردِعمل کا اظہار کیا۔ ان میں اہم ترین سوال یہ تھا، کیا شہریوں بالخصوص غریبوں کو ''واسا'' کی نجکاری کے بعد پانی مناسب حد تک ملتا رہے گا؟ مسلمہ جمہوری روایت کے مطابق حکومت کے لیے لازمی ہوتا ہے کہ وہ شہریوں پر اثر انداز ہونے والا کوئی فیصلہ کرنے سے پیشتر وسیع بنیاد پر عوام سے مشاورت کرے۔ لیکن اس سارے عمل کے دوران اس کی کوئی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ ماسوائے اخبارات میں چھپنے والی چند ایک خبروں کے شہریوں کی اکثریت کو بالعموم نجکاری کے اس اقدام سے لاعلم ہی رکھا گیا ہے۔ پبلک سہولیات کی نجکاری کے عمل کو سول سوسائٹی نے ہمیشہ غیر پسندیدہ نظروں سے ہی دیکھا ہے۔ نجی شعبہ کو تو بنیادی طور پر اپنے مفاد سے ہی غرض ہوتی ہے نہ کہ شہریوں کے مفاد سے۔ زندگی سے متعلق لازمی ضروریات کے معاملات کو منڈی کی قوتوں پر چھوڑ دینا بالخصوص خطرات کو ہی دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ان خدشات کے بارے میں ایک بین الاقوامی امدادی ادارے ایکشن ایڈ کی مقامی شاخ کی طرف سے 2004ء میں منعقد کرائے گئے مذاکرہ میں شہریوں، میڈیا، بعض سرکاری حکام، غیر منافع بخش تنظیموں اور ترقیاتی پروفیشنل کے درمیان مکمل یک جہتی پائی گئی۔ اس کے پیشِ نظر پنجاب اربن ریسورس سنٹر نے اس مسئلہ پر اپنا کوئی مؤقف پیش کرنے سے قبل تحقیق کی بنیاد پر وکالت کرنے کے اصول کو ذہن میں رکھا اور واسا کی نجکاری کو سمجھنے کی غرض سے، کھوج و جانکاری کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ اس جانکاری کا سادہ سے الفاظ میں مقصد یہ تھا کہ نجکاری کے عمل کا تجزیہ کرتے ہوئے لاہور کے شہریوں پر ممکنہ طور پر پڑنے والے اثرات کا درست اندازہ لگایا جا سکے۔

اس دوران جلد ہی شہریوں کی مشترکہ کوششوں کے نتیجہ میں ''لاہور واٹر ایکشن کمیٹی[109] (ایل ڈبلیو اے سی)'' کا قیام ممکن ہوا۔ اس کمیٹی نے اپنے اراکین کے مختلف النوع کردار بشمول تحقیق، فعال پذیری اور وکالت کے ذریعہ اس مسئلہ پر شہریوں سے متعلق تحفظات کو اجاگر کیا۔ ایل ڈبلیو اے سی کا حکومت سے ابتدائی مطالبہ اس حد تک ہی تھا کہ وہ اس مسئلہ سے متعلق تمام معلومات تک عوام کی رسائی ممکن بنائے اور ایک جائز حق کے طور پر فیصلے کرنے کے عمل میں شہریوں کو شریک کرے۔ اس معاملہ میں کمیٹی نے جو حکمت عملی اپنائی، اس میں سول سوسائٹی کو کہا گیا کہ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس اہم مسئلہ بارے مکالمے کا آغاز کریں۔ تاکہ حاصل شدہ معلومات کی کے پیشِ نظر فراہمی آب کی پبلک سہولیات کی نجکاری کے اثرات کو سمجھا جا سکے۔ اس سلسلہ میں اختیار کیا گیا طریقہ کار درج ذیل ہے۔

مسلمہ جمہوری روایت کے مطابق حکومت کے لیے لازمی ہوتا ہے کہ وہ شہریوں پر اثر انداز ہونے والا کوئی فیصلہ کرنے سے پیشتر وسیع بنیاد پر عوام سے مشاورت کرے۔

5.2 سول سوسائٹی کا نمایاں ہوتا ہوا کردار

5.2.1 مشترکہ تال میل

ایل ڈبلیو اے سی مشترکہ طور پر تمام شہریوں تک دستیاب پینے کے صاف پانی کی رسائی کو ممکن بنانے کے لیے کوشاں رہی۔ اس جدوجہد کا لازمی عنصر غریبوں کی ضروریات کو خصوصی تحفظ دینا تھا۔ ان کوششوں کو مربوط کرنے کے لیے سول سوسائٹی پر مشتمل گروپوں کی تشکیل کی گئی۔ ان گروپوں کے ذریعے نجکاری کے شہریوں پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے جدوجہد کرنے والے گروپوں میں تال میل بڑھانا سرفہرست تھا۔ ایل ڈبلیو اے سی کے اراکین میں فکرمند شہری، ٹریڈ یونین کارکنان، وکلاء، صحافی، غیر سرکاری تنظیمیں اور ایک سیاسی پارٹی بھی شامل تھی۔[110] ایل ڈبلیو اے سی کے باقاعدہ اجلاس ہوتے رہے اور دھیرے دھیرے یہ تحریک معلومات کی شراکت اور جدوجہد کے ایک اہم پلیٹ فارم کی حیثیت اختیار کر گئی۔ آنے والے مہینوں میں ایل ڈبلیو اے سی نے ایک نہایت ہی اہم کردار ادا کیا۔ ایل ڈبلیو اے سی نے اس امر کا پرزور مطالبہ کیا کہ واسا کی نجکاری سے متعلق تمام معلومات تک عوام کی رسائی کو ممکن بنانے کا اہتمام کیا جائے۔ یہی نہیں بلکہ اس تحریک نے وسیع بنیاد پر شہریوں کی منظوری کے بغیر کیئے گئے فیصلہ کو قبول نہ کرنے کی دھمکی دے ڈالی۔ لاہور ان دنوں چھ انتظامی ٹاؤنوں میں منقسم تھا۔[111] ''لیبر پارٹی پاکستان'' اور ''ایکوواچ'' کے نام سے قائم غیر سرکاری تنظیم کے اراکین نے تین ٹاؤنوں میں عوامی اجتماعات منعقد کیئے۔ ایل ڈبلیو اے سی کی طرف سے لاہور ہائی کورٹ بار کے مشہور ''کراچی ہال'' میں منعقد کیئے گئے عوامی اجتماع میں تجربہ کار وکلاء کی بھرپور شرکت نے اس مہم کو انتہائی بلندی پر پہنچا دیا۔ اس اجتماع کا انعقاد پاکستان کے چند اہم سماجی رہنماؤں اور وکلاء جیسے چیئرپرسن ایچ آر سی پی[112] اور سابق صدر سپریم کورٹ بار[113] کی صدارت میں کیا گیا۔ ایل ڈبلیو اے سی نے جون 2005ء میں واسا کی نجکاری سے ممکنہ نقصانات کی تفصیلات پر روشنی ڈالتے ہوئے لاہور پریس کلب میں ایک پریس کانفرنس بھی منعقد کی۔ اس کے ساتھ ہی ایل ڈبلیو اے سی کے اراکین نے باقاعدہ حکومت سے ٹیلی فون کالوں، مراسلات جبکہ واسا اور آئی ایف سی سے ای میلوں کے ذریعہ مکالمہ کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ علاوہ ازیں واسا اور پی اینڈ ڈی کے دفاتر میں جا کر متعلقہ حضرات سے ملاقاتیں بھی کیں۔

5.2.2 معلومات کا حصول اور تحقیق

آبی نجکاری کے مسئلہ بارے سوجھ بوجھ حاصل کرنے کی بنیاد، معلومات کے حصول، متعلقہ کرداروں اور مفاداتی گروہوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے پر تھی۔ ان میں محکمہ پی اینڈ ڈی، واسا ٹریڈ یونین، صارفین آب، متعلقہ تکنیکی ماہرین اور واسا کے افسران شامل تھے۔ ان سب کے ساتھ دو سالوں سے مذاکروں اور مکالموں کا سلسلہ متواتر جاری ہے۔ لاہور شہر کے ناظم سے گفتگو کے لیے کئی ایک کوششیں کی گئیں لیکن ان کی جانب سے عدم دلچسپی کے باعث کامیابی نہ ہو سکی۔ تحقیقی عمل کے ایک اہم حصہ میں، دنیا بھر میں کی گئی آبی نجکاری کی ناکامیوں کے باعث پیدا ہونے والے انتشار، اس کے اسباق اور تجزیہ کا مطالعہ بھی شامل تھا۔ مزید یہ کہ آبی مسائل پر کام کرنے والی قومی اور غیر ملکی تنظیموں سے بھی تعلق پیدا کیا گیا۔ مثال کے طور پر برطانیہ کی غیر سرکاری تنظیم ''پبلک سروسز انٹرنیشنل'' اور اسلام آباد کی غیر سرکاری تنظیم ''نیٹ ورک برائے تحفظ صارفین'' کے علاوہ انٹرنیٹ کے ذریعے سرگرم عمل گروپوں سے مکالمہ چلتا رہا۔ جسے ایک اہم وسیلہ کی حیثیت حاصل ہے۔

پبلک سہولیات کی نجکاری کے عمل کو سول سوسائٹی نے ہمیشہ غیر پسندیدہ نظروں سے ہی دیکھا ہے۔ نجی شعبہ کو تو بنیادی طور پر اپنے مفاد سے ہی غرض ہوتی ہے نہ کہ شہریوں کے مفاد سے۔

5.2.3 مباحثے کی ابتداء

اخبارات میں چھپنے والی خبروں کے بعد لاہور واسا کی نجکاری بارے ہر کوئی چوکنا ہو چکا تھا۔ بین الاقوامی امدادی ادارے ایکشن ایڈ کی مقامی شاخ نے دسمبر 2004ء میں اس مسئلہ کے اہم پہلوؤں پر کھلے عام بحث ومباحثہ کی غرض سے ایک مذاکرہ منعقد کرنے کا اہتمام کیا۔ اس میں ملک کے اہم ترقیاتی کنسلٹنٹوں[114] کے ساتھ وفاقی وزیر نجکاری کو[115] بھی مکالمہ کی غرض سے خطاب کرنے کی دعوت دی گئی۔ مذاکرہ میں ماہرین نے سول سوسائٹی کی نمائندگی کرتے ہوئے آبی نجکاری کے منفی اثرات کو اپنے خطاب میں اجاگر کیا جبکہ حکومت نے نجکاری کی حمایت میں اپنے دلائل پیش کیے۔ جس پر سنجیدہ شہریوں میں عدم اطمینان بڑھا۔ بین الاقوامی امدادی ادارے ایل ڈبلیو اے سی کے اراکین اور پی یو آر سی نے پانی کے مسئلہ پر بحث وتمحیص کے لیے ماہوار اور پندرہ روزہ فورموں کے انعقاد کا آغاز کیا۔ یوں اس انتشار پر ہونے والی بحث کو پھلنے پھولنے کا موقعہ فراہم کیا گیا۔ ان فورموں میں کی گئی گفتگو کی عمومی بنیاد بلدیات سے متعلق پانی کے مسائل کے گرد گھومتی رہی۔ اس کی حمایت میں میڈیا نے خبریں، خصوصی رپورٹیں اور اداریے چھاپے۔ اکتوبر 2004ء کو منعقد کیے گئے ایک فورم میں، سرگرم عمل ترقیاتی پروفیشنل ڈاکٹر نعمان احمد کو اس غرض سے خطاب کی دعوت دی گئی کہ وہ 1999ء میں کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کی نجکاری کرنے کی کوشش سے حاصل ہونے والے اسباق پر روشنی ڈالیں۔ فروری 2005ء میں واسا کو درپیش مسائل کے حوالہ سے واسا یونین کے صدر[116] سے ایک نشست میں سیر حاصل گفتگو کے ذریعہ آگاہی حاصل کی گئی۔ اس کا اہتمام "واٹر میٹرنگ" کے سلسلہ میں پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کے محکمہ کی صدارت میں منعقد کیے گئے تیسرے ورلڈ واٹر فورم کے پیش نظر کیا گیا تھا۔ اس کے لیے "واسا" کے حکام کو بھی کئی بار دعوت دی گئی کہ وہ اپنے ادارے کے مستقبل کی منصوبہ بندی کی وضاحت فرمائیں۔ لیکن انہوں نے ہر بار انکار ہی کیا۔ میکسیکو شہر میں اسی سال فروری میں منعقد کیے گئے چوتھے ورلڈ واٹر فورم میں شرکت کے لیے گئے پاکستانی صحافی عون ساہی سے جب ان کے تجربے اور مشاہدات پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ اس فورم پر تو عالمی آبی شعبہ سے وابستہ بڑی آبی ملٹی نیشنل کمپنیوں اور مالیاتی اداروں کا پوری طرح تسلط تھا۔ اس کے پیش نظر پی یو آر سی نے لاہور اور اسلام آباد میں منعقد کیے گئے فورموں میں نجکاری کی ناکام مثالوں پر اپنا تحقیقی نقطہ نظر پیش کیا۔ ستمبر 2007ء میں لاہور کے آبی مسائل پر ایک نشست جناب رضا علی کی صدارت میں منعقد کی گئی جس میں واسا کے حکام نے بھی شرکت کی۔ اس میں واسا کو درپیش مسائل پر تفصیلی گفتگو کی گئی۔ آخر کار فراہمی آب اور سیوریج کے نظام کے طریقہ کار کو جاننے کے لیے واسا کی ایک سب ڈویژن کے انچارج[117] کو بطور مقرر دعوت دی گئی۔ انہوں نے اپنی گفتگو میں بڑی تفصیل سے اس امر کی نشاندہی کی کہ درحقیقت مسئلہ کی اصل جڑ یہ ہے کہ وسیع وعریض لاہور کی آبادی کی ضروریات کے مقابلہ میں ادارہ میں نگرانی و مرمتوں کے لیے متعین کیے گئے سٹاف کی تعداد ضرورت سے بہت کم ہے جس کی وجہ سے شکایات عام ہیں۔

5.2.4 سول سوسائٹی کے اخذ کردہ نتائج

تحقیق وتفتیش کے نتیجہ میں یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ واسا کی نجکاری لاہور کے شہریوں بالخصوص غریبوں کے لیے نہایت ہی نقصان دہ ثابت ہوگی۔ لہذا یہ ناقابل

بین الاقوامی امدادی ادارے ایل ڈبلیو اے سی کے اراکین اور پی یو آر سی نے پانی کے مسئلہ پر بحث و تمحیص کے لیے ماہوار اور پندرہ روزہ فورموں کے انعقاد کا آغاز کیا۔ یوں اس انتشار پر ہونے والی بحث کو پھلنے پھولنے کا موقعہ فراہم کیا گیا۔ ان فورموں میں کی گئی گفتگو کی عمومی بنیاد بلدیات سے متعلق پانی کے مسائل کے گرد گھومتی رہی۔

قبول ہے۔ واسا اور اس کو درپیش موجودہ مسائل کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پبلک سیکٹر کی اصلاحات کے ساتھ اس ادارہ کی کارکردگی میں بہتری لائی جا سکتی ہے۔ بیان کی گئی آبی نجکاری سے متعلق ناکامیوں کی مثالوں سے بھی اس حقیقت کے بارے میں ناقابل تردید شہادت مل جاتی ہے کہ نجکاری سے نہ صرف غربت میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ اس سے دستیاب پانی کی فراہمی کے حصول میں بھی کمی واقع ہو جاتی ہے اور نجی سیکٹر ایسا کچھ نہیں دے پاتا جس حد تک اس نے وعدہ کیا ہوتا ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں عائد کی گئی ادارہ جاتی شرائط سمیت نجی شعبہ اور منڈی کی معیشت کے تال میل کو دیکھتے ہوئے اس امر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ لاہور واسا کی نجکاری شرطیہ ناکام ہوگی۔ حتمی طور پر 2006ء میں واسا کے انتظامات کے لیے عالمی بینک کی سفارشات میں ادارہ کو تاجرانہ اصولوں پر چلاتے ہوئے بے لچک ملکیت کی بنیاد پر بلوں کے اجراء کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں سب سے ہولناک تجویز یہ ہے کہ آبی ٹیرف کو افراط زر کے ساتھ منسلک کرنے کے لیے کہا گیا ہے، جس کے اتار چڑھاؤ کی مناسبت سے مقررہ ٹیرف میں باقاعدگی کے ساتھ رد و بدل کیا جا سکے گا۔ (مزید دیکھیے باب نمبر 2 میں 2.7.3) مبنی بر تحقیق یہ نقطۂ نظر سول سوسائٹی کو اس کا اہل بنا دیتا ہے کہ وہ اس کے حل کے لیے نجکاری کے خلاف مضبوط تر حقائق کی بنیاد پر مدلل بحث کا آغاز کر سکے۔

5.2.5 وکالت اور تشہیر

اس تحقیق کی بنیاد پر حاصل کردہ اسباق کو متعلقہ گروپوں، تنظیموں اور افراد میں ایل ڈبلیو اے سی نے شائع کردہ کتابچوں کی شکل میں وسیع پیمانہ پر تقسیم کیا۔ اراکین نے اخبارات میں مضامین بھی شائع کروائے اور رپورٹیں بھی لکھی گئیں۔ متعلقہ مواد کو انٹرنیٹ کے ذریعے مشتہر کیا گیا۔ حکومت اور شہریوں دونوں تک اس تحقیق کو عام کرنے کے لیے سول سوسائٹی کے گروپوں، میڈیا، سی بی اوز اور این جی اوز کے علاوہ تکنیکی ماہرین اور سیاسی پارٹیوں کی معاونت بھی حاصل کی گئی۔ ان سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد کئی ایک شہریوں کے گروپوں نے روایتی انداز کے اجلاسوں کی صورت میں واسا اور پی اینڈ ڈی کے محکمہ کے افراد کے ساتھ اس مسئلہ پر گفتگو بھی کی۔ مزید یہ کہ ایل ڈبلیو اے سی کے اختیار کردہ تحقیق کے اس عمل کو معلومات کا ماخذ مانتے ہوئے بشمول واسا یونین، بہت سے سرگرم کارکنوں نے اپنے تئیں کوششیں شروع کر دیں۔ انہی کوششوں میں سے ایک کوشش اقوام متحدہ کے اسلام آباد آفس کو لکھا جانے والا وہ خط ہے جو واسا یونین کے چیئرپرسن نے لکھا۔[118] اس خط میں یہ مؤقف اختیار کیا گیا کہ انسانی حقوق کے چارٹر پر پاکستان نے بھی دستخط کیے ہوئے ہیں۔ اس چارٹر کے مطابق پانی بنیادی انسانی حق ہے اور اس کی نجکاری کر دینے کے بعد شہریوں تک اس کی رسائی میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ اس خط کی بنیاد پر اقوام متحدہ نے خارجہ امور کی وزارت کو تحریر کردہ اپنے خط میں اسی مؤقف کی وکالت کی ہے۔ لہٰذا نجکاری کے بارے میں اب ان کے تمام تر موجودہ تحفظات کا محور یہ خط بن گیا ہے۔ اس سے ملتے جلتے انداز میں ہی یونین نے اخبارات کو جاری کردہ خبروں میں بھی نجکاری کے حوالے سے بین الاقوامی مثالوں کے جا بجا حوالے دیئے۔

واسا اور اس کو درپیش موجودہ مسائل کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پبلک سیکٹر کی اصلاحات کے ساتھ اس ادارہ کی کارکردگی میں بہتری لائی جا سکتی ہے۔

5.3 نتیجہ

ایل ڈبلیو اے سی اور سول سوسائٹی کی طرف سے کی گئی پہل کاریوں کی کامیابی کے باعث واسا کی مجوزہ نجکاری اب عوام سے متعلق ایک ایسے مسئلہ کی شکل اختیار کرتی جارہی تھی کہ جس کے لیے بنیادی حق کے طور پر شہریوں سے کھلے عام مشاورت لازمی ہوگئی ہے۔ مباحثے اور تفتیش کے عمل کے ذریعہ سول سوسائٹی اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ لاہور واسا کی نجکاری کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ پانی ایک بنیادی انسانی حق ہے۔ اس کے مطابق ہر حال میں ہر شہری کو پانی ملنا لازم ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں جہاں کہیں بھی فراہمی آب کی پبلک سہولیات کی نجکاری کی گئی ہے، ان کے شہریوں کو افراتفری اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ بات اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں موجود غربت کے سیاق وسباق میں، شفافیت کے بغیر کی گئی عملی کاروائیوں اور کمزور ادارہ جاتی ڈھانچوں کی موجودگی میں فراہمی آب کی پبلک سہولیات کی نجکاری کردینے سے غربت میں اضافہ ہوا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ پینے کے دستیاب پانی تک رسائی میں کمی بھی واقع ہوئی ہے۔ ان حالات میں سول سوسائٹی کے متحرک کردار کے باعث اب سول سوسائٹی کی اصطلاح کو اگر ''متحرک شہریت'' (Active Citizenship) کا نام دے دیا جائے تو غیر مناسب نہ ہوگا کیونکہ اس کے ذریعہ شہریوں کا محض یہ مطالبہ ہے کہ انہیں اپنی زندگیوں پر اثر انداز ہونے والے فیصلوں کے خلاف آواز اٹھانے کا پورا حق ہے۔ ترقی کے عمل میں شہریوں کی شمولیت کی حوصلہ افزائی اور منظوری جیسے تناظر کا تو پاکستان میں مکمل فقدان ہے، جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں تو اس پر وسیع طور پر عمل کیا جاتا ہے اور اب تو اس کا رواج لاطینی امریکہ کے ترقی پذیر ممالک میں بھی قابل ذکر انداز میں بڑھتا جارہا ہے۔

واسا کی مجوزہ نجکاری کے ردعمل کے طور پر سول سوسائٹی بشمول کئی ایک مختلف الجہت کرداروں اور اہلیتوں کے باعث اپنی کاروائیوں کا تسلسل قائم کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ جس سے فوائد کے حصول کے دائرہ کی تکمیل ممکن نہ ہوسکی۔ یہ معلومات تک رسائی اور ابلاغ پر مشتمل مشترکہ کاروائیوں کا نتیجہ ہے کہ عوام کو بہتر طور پر جانکاری ہوئی اور اس سے شاید حکومت اور عوام کے درمیان موجود خلاء کو بھی عبور کیا جاسکے۔

> **سول سوسائٹی اس نتیجه پر پهنچی هے که لاهور واسا کی نجکاری کسی طرح بهی قابل قبول نهیں هے کیونکه پانی ایك بنیادی انسانی حق هے۔ اس کے مطابق هر حال میں هر شهری کو پانی ملنا لازم هے۔ ترقی پذیر ممالك میں جهاں کهیں بهی فراهمی آب کی پبلك سهولیات کی نجکاری کی گئی هے، ان کے شهریوں کو افراتفری اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑا هے۔**

باب نمبر 6

اصلاحات کی طرف پیش قدمی

6.1 حقیقی مسئلہ

ایک طرف واسا میں پانی کے معیار اور فراہمی میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔ دوسری طرف آبادی میں بے تحاشہ اضافہ کے بعد ان خدمات میں توسیع بھی وقت کی اہم ضرورت بن چکی ہے۔ یہ بات اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہے کہ پینے کے لیے معیاری پانی کی مانگ میں اضافہ کے ساتھ ساتھ آبی ذرائع کے آلودہ ہو جانے کے باعث پانی کمیاب بھی ہوتا جا رہا ہے۔ ان حالات کا سب سے زیادہ اثر انتہائی غریب اور کم آمدن کے لوگوں پر پڑتا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ عدم تحفظ کا شکار ان گروپوں کی بنیادی ضرورتوں کا تحفظ کیا جائے۔ مزید برآں قدرتی آبی ذخیروں کی حفاظت کا انتظام کیا جائے اور پانی کے تصرف کے طریقہ کار کو باضابطہ بنایا جائے تاکہ پانی کے ضیاع سے چھٹکارہ مل سکے۔ آبی نجکاری پر اظہار خیال کرتے ہوئے ناقدین اس کو "ایک نئے ناکام سماجی تجربے" کا عنوان دیتے ہیں۔ دنیا بھر میں کی گئی نجکاری سے بھی حاصل ہونے والے تلخ تجربات سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ نجکاری اپنے وعدوں کو پورا کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہی ہے۔ اس کے باوجود واسا کی نجکاری کو ایک تسلسل کے ساتھ مندرجہ بالا مسائل کا حل بتاتے ہوئے تقویت دی جا رہی ہے۔ تحقیق سے اس امر کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ عوامی مفاد کے نقطہ نظر کے حوالے سے اس ادارہ کی نجکاری کا مشورہ قطعاً نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ واسا میں کسی بھی قسم کی مداخلت کرنے کی لازمی طور پر بنیاد بن جائے گی۔ اس کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ نجکاری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس سرکاری ادارہ کو بنیادی اصلاحات کے ذریعہ راہ راست پر لایا جا سکتا ہے۔

6.2 پانی بطور اک بنیادی انسانی حق

بلدیات کے ذریعہ فراہمی آب کے سلسلہ میں اصلاحات کی نوعیت اور اثرات کی رہنمائی کے لیے ایسی بحث و تمحیص ہی کارگر ثابت ہو سکتی ہے جس میں اس امر کا تعین پہلے کر لیا گیا ہو کہ کیا پانی کو ایک "عوامی خدمت" کی حیثیت حاصل ہے یا پھر یہ بھی منڈی میں قابل فروخت اک "شے" (کموڈٹی) ہے؟[119] فہم اور سماجی انصاف دونوں کا تقاضہ ہے کہ پانی کو بنیادی انسانی حق کی حیثیت حاصل ہے لہذا یہ ایک لازمی "عوامی خدمت" ہے۔ دنیا بھر کی حکومتوں اور شہریوں نے لوگوں کے درمیان اس رشتے اور ان کے پانی کے حق کو ایک باضابطہ شکل دینے کی ضرورت کو صاف طور پر سمجھ لیا ہے۔ اکتوبر 2004ء کے ایک ریفرنڈم

آبی نجکاری پر اظہار خیال کرتے ہوئے ناقدین اس کو "ایک نئے ناکام سماجی تجربے" کا عنوان دیتے ہیں۔ دنیا بھر میں کی گئی نجکاری سے بھی حاصل ہونے والے تلخ تجربات سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ نجکاری اپنے وعدوں کو پورا کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہی ہے۔

میں یوروگوائے میں پانی سے متعلق ایک آئینی ترمیم کی تجویز پیش کی گئی، جو 62 فیصد رائے دہندگان کی اکثریت سے منظور کر لی گئی۔ ترمیم میں یہ بیان درج تھا کہ ملکے کا پانی اور سینی ٹیشن سے وابستہ خدمات کا حصول بنیادی انسانی حقوق ہیں۔ لہذا آبی حکمت عملیوں میں سماجی فوائد کو اقتصادی فوائد پر اولیت حاصل رہے گی۔ 2004ء میں ہی نیدرلینڈ کی پارلیمنٹ نے بھی ایک قانون منظور کیا ہے جو اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ صارفین کو پینے کے پانی کی خدمات مہیا کرنے کی اجازت صرف ان ہی اداروں کو ہوگی جو 100 فیصد سرکار کی ملکیت میں ہوں گے۔ مزید یہ کہ لاطینی امریکہ کے ممالک میں، آبی سہولیات کے کئی ایک اداروں کی نجکاری کی ناکام کوششیں کی گئیں۔ اب ان ناکامیوں کے بعد انہیں دوبارہ قومیانے کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ برازیل، بولیویا اور ارجنٹائن کی مثالوں سے اس دعویٰ کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ فراہمی آب کی سرکاری سہولیات کی اصلاح بارے ترقیاتی ماہرین اور عوام سے متعلق بنیادی گروہوں کی جانب سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور تحقیق بھی کی گئی ہے۔ دنیا بھر کے عوام کے ان تجربات کے نتیجہ میں بیش بہا قدر و قیمت کے حامل ان اسباق کو نہ صرف سمجھنے کی ضرورت ہے بلکہ انہیں عام بھی کرنا چاہیے۔

6.3 اصلاحات کے لیے لازمی اصول

لاہور واسا کی اصلاح کے لیے عمومی سفارشات پر باب 4 میں بحث کی گئی ہے۔ تاہم اصلاح کے ادارہ جاتی، انتظامی اور تکنیکی پہلوؤں کو کوئی شکل دینے سے قبل یہ اقدام کرنا ہوگا کہ اصلاحات کے لیے لازمی کئی ایک اصولوں کی بنیاد پر ایک ایسی انتظامیہ تشکیل دی جائے جس کے فکری رجحان کا تمام تر محور ''عوامی مفاد'' ہو۔

6.3.1 کھلا پن اور شفافیت

اصولی طور پر، جمہوری اصلاح کے لیے کھلے پن اور شفافیت کا کلچر ایک بنیادی شرط ہے۔ شہری اور صارف ہونے کے ناطے تمام لوگ یہ حق رکھتے ہیں کہ انہیں واسا سے متعلق ترقی سے لے کر ''کھاتوں'' تک کیے گئے فیصلوں سے متعلق تمام معلومات تک رسائی ممکن ہو۔ لوگوں کو فیصلہ سازی سے الگ رکھنے کی اک مثال کا حوالہ دینا زیادہ مناسب ہوگا۔ اکتوبر 2006ء میں محض عالمی بنک اور پنجاب حکومت نے فراہمی آب اور سینی ٹیشن کے حوالے سے ایک ورکشاپ منعقد کی۔ اس ورکشاپ میں وہی لوگ آسکتے تھے جنہیں دعوت نامے بھیجے گئے تھے۔ اس اجلاس میں عالمی بینک نے نجی شعبہ کی شمولیت بڑھانے کے لیے سفارشات پیش کیں۔ یہاں پر یہ کہنے کی قطعاً ضرورت نہیں کہ وہ تمام شہری اور صارفین جو بلدیاتی آبی سہولیات سے براہ راست منسلک ہیں جیسا کہ واسا کے صارفین، انہیں تو بہر طور اس قابل نہیں سمجھا گیا کہ ان کو بھی یہ معلومات بہم پہنچائی جائیں۔ یہ صریحاً ایک ناقابل معافی فعل تھا۔

6.3.2 آزادانہ تحقیق

پاکستان میں ترقی کے عمل کے تعین کا ایک بڑا حصہ امداد اور قرضہ دینے والے اداروں جیسے کہ عالمی بینک اور ایشیائی ترقیاتی بینک کے فیصلوں اور قرضوں

بلدیات کے ذریعہ فراهمی آب کے سلسله میں اصلاحات کی نوعیت اور اثرات کی رهنمائی کے لیے ایسی بحث و تمحیص هی کارگر ثابت هو سکتی هے جس میں اس امر کا تعین پهلے کر لیا گیا هو که کیا پانی کو ایك ''عوامی خدمت'' کی حیثیت حاصل هے یا پھر یه بھی منڈی میں قابل فروخت اك ''شے'' (کموڈٹی) هے؟

سے منسلک شرائط کی پابندی سے بندھا ہوا ہے۔ واسا میں اصلاحی عمل کا تعین ہر حال میں ایک آزاد اور بغیر کسی تعصب پر مبنی تحقیق کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ اس میں بطورِ خاص یہ خیال رکھا جائے کہ وہ محض قرضوں سے مشروط جاری عمل پر مبنی تحقیق نہ ہو جو اکثر پہلے سے کیے گئے فیصلوں کے ہی دفاع پر مبنی ہوتی ہے۔ آزادانہ تحقیق کو فروغ دینے کے لیے اداروں میں طریقہ کار اپنائے جا سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں اپنے تعلیمی اداروں کو ایسی خدمات کی انجام دہی کرنے والے اداروں کے ساتھ منسلک کرنا ہوگا۔ آزادانہ تحقیق کے سلسلہ میں فراہمی آب کے مسئلہ کو استعمال کنندہ کے نقطۂ نظر سے دیکھنا ہوگا اور اس کے بعد بلدیاتی شہری پانی کی فراہمی کے ادارے کو درپیش تکنیکی انتظامی اور دیگر مسائل کو زیرِ غور لانا ہوگا۔ اس مشق سے بالآخر پاکستان کی قومی آبی پالیسی بھی از خود تشکیل پا جائے گی۔

6.3.3 واسا ملازمین اور یونین عہدیداروں کی فیصلہ سازی میں شمولیت

جیسا کہ باب 4 میں بحث کی گئی ہے کہ واسا کے پاس ہر سطح پر ہنرمند اور تجربہ کار ملازمین کی بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ واسا جیسے مختلف الجہتی ادارہ کے ملازمین اپنے عملی تجربے کی روشنی میں مختصر مدت کی مشاورت کے لیے آئے ہوئے غیر ملکی مشیروں کے مقابلہ میں مسائل کی زیادہ جانکاری رکھتے ہیں۔ قابلِ افسوس امر یہ ہے کہ غیر ملکی مشیروں کو ہی ادارہ کی ترقی کے فیصلے کرنے میں اولیت دے دی جاتی۔ اکثر اوقات سادہ مسائل اور رکاوٹیں جن کو واسا کے اہلکار اور کارکنان، بہ آسانی دور کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں، کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ یوں تمام کام پیچیدہ مطالعوں اور مختصر مدتی مشیروں کے کیے ہوئے غیر مناسب فیصلوں کی نظر ہو جاتا ہے۔ اس کے باعث شہریوں کو ان کے بھاری معاوضوں کی ادائیگی کے لیے بھی زیرِ بار ہونا پڑتا ہے۔ اس لیے واسا کے اہلکاروں، کارکنوں اور ٹریڈ یونین کارکنوں کو ادارے کے بارے میں فیصلے کرتے وقت لازمی طور پر شامل کیا جانا اہم ہدف ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انتظامی اصلاح کرنے کے لیے موجود فضا، ڈھانچے اور نوکر شاہی کی عملی کارروائیوں کے بارے میں جانکاری سے بھی مستفید ہونا بہت ضروری ہے۔

6.3.4 آزاد ریگولیٹری بندوبست

واسا میں کسی اصلاح کرنے کے عزم کے ساتھ ہی لازمی ہو جاتا ہے کہ اس کے لیے ایک وسیع البنیاد ادارہ بھی تشکیل دیا جائے جو اس کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے اس کی نگرانی بھی کرے اور اسے ریگولیٹ بھی کرے۔ عام طور پر ریگولیٹری ادارے اپنی غلط ساخت کے باعث پانی سے متعلق معاملات غیر مناسب انداز میں ہی پیش کرتے رہے ہیں۔ ان میں محض ''پسندیدہ عناصر'' ہی شامل کیے جاتے رہے ہیں۔[120] ریگولیٹری ادارے لازمی طور پر وسیع بنیاد ہونے چاہیں اور ان میں شہریوں، پانی کے صارفین (بالخصوص غریب آبادیوں کے رہائشی) اور پانی کے معاملات سے دلچسپی رکھنے والے گروہوں کی شمولیت یقینی ہونی چاہیے۔

آزادانہ تحقیق کو فروغ دینے کے لیے اداروں میں طریقہ کار اپنائے جا سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں اپنے تعلیمی اداروں کو ایسی خدمات کی انجام دہی کرنے والے اداروں کے ساتھ منسلک کرنا ہوگا۔ آزادانہ تحقیق کے سلسلہ میں فراہمی آب کے مسئلہ کو استعمال کنندہ کے نقطہ نظر سے دیکھنا ہوگا اور اس کے بعد بلدیاتی شہری پانی کی فراہمی کے ادارے کو درپیش تکنیکی انتظامی اور دیگر مسائل کو زیرغور لانا ہوگا۔

ریگولیٹری ادارے صرف اسی صورت میں ہی متعلقہ ادارے کی کارکردگی میں شفافیت اور بہتری کے متوقع معیارات کو یقینی بنا سکتے ہیں، جب وہ مختلف نوع ضرورتوں اور مفادات کی نمائندگی کر رہے ہوں۔

6.3.5 شہریوں اور مفاداتی گروپوں کی نمائندگی کے لیے فورموں کی تشکیل

بچھڑے ہوئے گروہوں وطبقات کے مفادات اور پالیسی بنانے والوں کے مقاصد کو باہم یکجا کرنے کے لیے ایک ایسے پلیٹ فارم کی تشکیل لازمی ہو جاتی ہے جس میں حکومت اور شہریوں کے درمیان معلومات کے تبادلے اور بحث وتمحیص کو رواج دیا جائے۔ یہی نہیں بلکہ وہ اپنے اجلاس منعقد کرنے کا اہتمام وسیع بنیاد پر کرنے کا اہل ہو۔ اس قسم کے طریقہ کار کو اپنا کر ہی مفاداتی گروپوں کی ضروریات [121] اور فراہمی آب کے درمیان قائم خلاء کو عبور کیا جاسکتا ہے۔

6.3.6 قومی آبی پالیسی

حتمی شکل دینے سے قبل ''قومی آبی پالیسی'' اور ''پینے پانی سے متعلق بنائی گئی پالیسی'' دونوں کے مسودوں کو لازمی طور پر وسیع تر تشہیر وتنقید کے عمل سے گزارا جائے۔ ماہرین اور متعلقہ افسران کی معلومات اور نظریات کے علاوہ اس امر کی ضرورت ہے کہ پانی کے استعمال کنندگان، واسا کے سٹاف، ماحولیات سے متعلق گروپوں اور کم آمدنی والے خاندانوں کے تجربات سے بھی سیکھا جائے۔ یاد رہے، یہ وہی لوگ ہیں جو عرصہ دراز سے فراہمی آب وسینی ٹیشن سے متعلق بدترین مسائل کا شکار ہیں۔ یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ ''قومی آبی پالیسی'' میں پینے کے پانی کو بطور بنیادی انسانی حق تسلیم کرنے اور بچھڑے ہوئے طبقات و گروہوں تک معیاری پانی کو پہنچانے کو بغیر کسی ابہام، وضاحت سے بیان کیا جائے۔

6.3.7 سیاسی عزم اور عوامی خدمت کا حقیقی جذبہ

متذکرہ بالا اصولوں کے علاوہ اصلاح کرنے کے لیے بنیادی طور پر حکومت کی طرف سے سیاسی عزم اور عوامی بھلائی کے لیے خدمت کا حقیقی جذبہ بھی ایک اہم عنصر ہے۔ علاوہ ازیں شہریوں کو دیانتداری سے تمام معلومات دینا اور مروج متعین شدہ ترقی کے طریقہ کار و نظام [122] کو بدل دینے کی ہمت بھی لازمی شرط ہے۔ ایک دفعہ حقیقی طور پر عوام کی شمولیت سے ترقیاتی رجحان میں اگر عام آدمی کی بہبود اور انصاف جیسے عناصر کو حقیقی اور جائز مقام دے دیا جائے تو پھر اس پر مناسب عملدرآمد سے از خود مسائل کے مناسب حل برآمد ہو سکتے ہیں۔

قابل افسوس امر یہ ھے کہ غیر ملکی مشیروں کو ھی ادارہ کی ترقی کے فیصلے کرنے میں اولیت دے دی جاتی۔ اکثر اوقات سادہ مسائل اور رکاوٹیں جن کو واسا کے اہلکار اور کارکنان، بہ آسانی دور کرنے کی اہلیت رکھتے ھیں، کو نظرانداز کر دیا جاتا ھے۔

ضمیمہ نمبر 1: واسا کا علاقہ اور حدود

بشکریہ: واسا لاہور

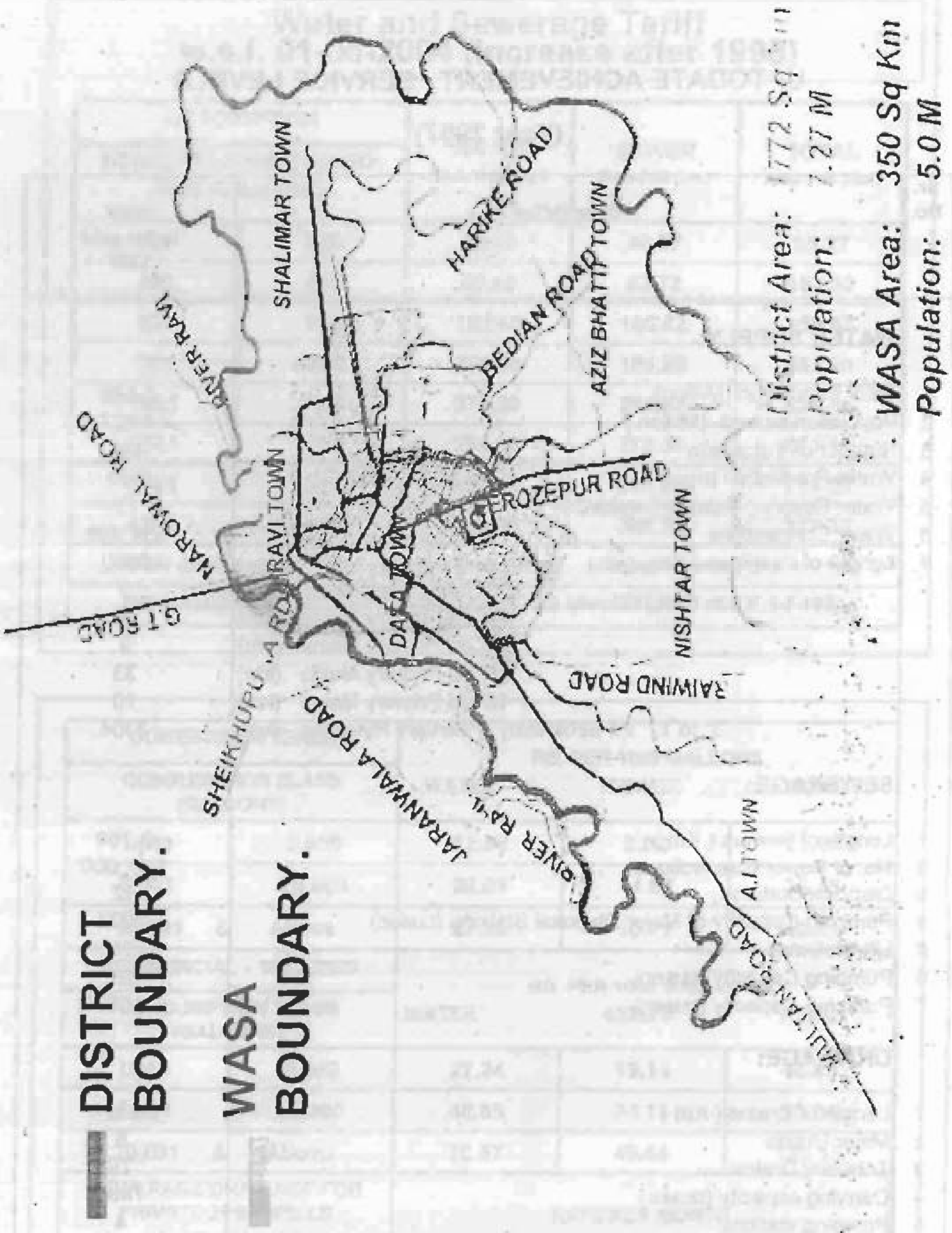

ضمیمہ نمبر 2: واسا بارے بنیادی معلومات

بشکریہ: واسا لاہور

UPTODATE ACHIEVEMENT / SERVICE LEVELS

(Year 2007)

Sr. No.	Description	Total in the year 2007
	WATER SUPPLY:	
1	Total Population (Million)	5.548
2	Population served (Million)	4.827
3	Number of Tubewells	406
4	Water Production (mgd)	360
5	Water Supply (Gallons/Capita/Day)	75
6	Water Connections	534,000
7	Length of Pipelines (Km)	3380
	30" i/d Primary Mains (km)	9
	24" i/d Primary Mains (km)	15
	20" i/d Primary Mains (km)	9
	18" i/d Primary Mains (km)	33
	16" i/d Primary Mains (km)	10
	3" to 12" i/d Secendary & Tertiary Pipelines (km)	3304
	SEWERAGE:	
1	Length of Sewers (Km)	3,780
2	No. of Sewer Connections	5,07,000
3	Disposal Stations	12
4	Pumping Capacity of Major Disposal Stations (cusec)	2,231
5	Lift Stations	61
6	Pumping Capacity (cusec)	826
7	Pumping Capacity (cusec)	3,057
	DRAINAGE:	
1	Length of Drains (Km)	212
2	Major Drains	8
3	Tributary Drains	75
4	Carrying capacity (cusec)	7400
5	Pumping stations	4
6	Pumping capacity	663

ضمیمہ نمبر 3: واسا لاہور۔ پانی وسیوریج کی قیمت بارے اعداد وشمار

بشکریہ: واسا لاہور

Water and Sewerage Tariff
w.e.f. 01-05-2004 (Increase after 1998)

DESCRIPTION DOMESTIC-UN-METERED: ARV Slabs (Rs.)		WATER Rate P.M (Rs.)	SEWER Rate P.M (Rs.)	TOTAL Rate P.M (Rs.)
001	400	58.10	40.67	98.77
401	500	89.60	62.72	152.32
501	720	152.60	106.82	259.42
721	1000	266.00	186.20	452.20
1001	1500	375.20	262.64	637.84
1501	2388	394.80	276.36	671.16
2389	4370	420.00	294.00	714.00
4371	4499	439.60	307.72	747.32
4500 & Above		(84% of ARV)	(70% of Water)	
NO WATER CONNECTION IS SANCTIONED AS UN-METERED W.E.F 1-7-1997				

59

DOMESTIC METERED CONSUMPTION SLABS (GALLONS)		RS. PER 1000 GALLONS WATER	SEWER	TOTAL
Upto	5,000	12.88	9.02	21.90
5,001	20,000	20.86	14.60	35.46
20,001 &	Above	27.30	19.11	46.41
COMMERCIAL - METERED **CONSUMPTION SLABS (GALLONS)**		**RS. PER 1000 GALLONS** **WATER**	**SEWER**	**TOTAL**
Upto	5,000	27.34	19.14	46.48
5,001	20,000	48.85	34.19	83.04
20,001 &	Above	70.67	49.48	120.15

SEWERAGE/DRAINAGE FOR PRIVATE TUBEWELLS (Non Residential)	RATE PER MONTH
1 Cusec	Rs. 7,700
½ Cusec	Rs. 3,850

60

ضمیمہ نمبر 4: واسا کا بجٹ اور اخراجات

بشکریہ: واسا لاہور

FROM WHERE MONEY COMES ?
2007 - 2008

(Rs. In Million)

	AMOUNT	% AGE
WATER SALES	949.000	47%
SEWERAGE & DRAINAGE	686.500	34%
UIP TAX SHARE	350.000	17%
MISCELLANEOUS	49.500	2%
TOTAL:	2,035.000	100%

Water Sales Sewerage & Drainage 28
UIP Tax Share Misc.

WHERE THE MONEY GOES ?
2007 - 2008

(Rs. In Million)

	AMOUNT	% AGE
POWER & ENERGY	1,278.000	45%
PAYROLL & BURDEN	874.000	31%
REPAIR & MAINTENANCE	552.500	20%
OTHER EXPENSES	103.000	4%
TOTAL:	2,807.500	100%

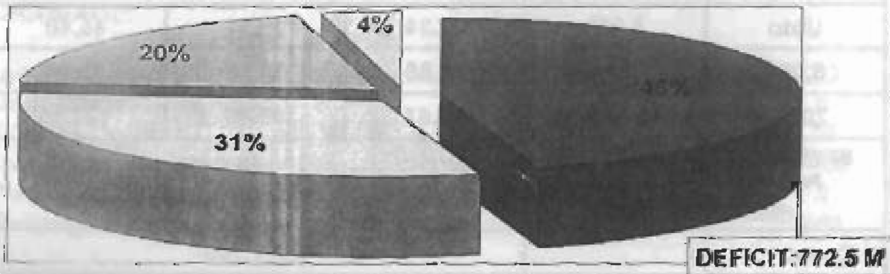

Power & Energy Payroll & Burden 29
Repair Maint. Other Expenses.

ضمیمہ نمبر 5:

ممبران لاہور واٹر ایکشن کمیٹی

- فورم برائے انسانی حقوق، لاہور
- پنجاب اربن ریسورس سنٹر، لاہور
- اُمید ٹرسٹ، لاہور
- ایکشن ایڈ، لاہور
- ایکشن ایڈ، اسلام آباد
- ایکوواچ، لاہور
- گرین سرکل آرگنائزیشن، لاہور
- ورلڈ وائلڈ لائف فنڈ، لاہور
- لیبر پارٹی، پاکستان
- اَثر ریسورس سنٹر، لاہور
- پنجاب لوک سجھاگ، لاہور
- نیٹ ورک برائے تحفظ صارفین، اسلام آباد

حوالہ جات

1- یونائیٹڈ نیشن انوائرمنٹ پروگرام، واٹرکوالٹی فار ایکوسسٹم اینڈ ہیومن ہیلتھ (یونائیٹڈ نیشن انوائرمنٹ پروگرام گلوبل انوائرمنٹ، مانیٹرنگ سسٹم واٹر پروگرام 2006ء)۔

2- ''تازہ پانی'' سے مراد وہ پانی ہے جو پینے کے قابل ہو۔ یاد رہے، ''سمندری پانی'' پینے کے قابل نہیں ہوتا کیونکہ اس میں نمکیات اور معدنی ذرات کا تناسب بہت زیادہ ہوتا ہے۔

3- ''عوامی مزاحمت اور متبادل برائے نجکاری خدمات آب و توانائی'' (جوبلی ساؤتھ ایشیاء پیسفک اینڈ فریڈم فرام ڈیبٹ کولیشن (Debit Coalition) از پی رلجہ سری گر، اپریل 2004ء)

4- واٹر ورکس۔ حامد علی، دی نیوز، 2004-10-17۔

5- پانی بطور عوامی خدمت۔ ڈیوڈ ہال اور عمانویل لوبینہ، (پی ایس آئی آر یو، بزنس سکول، یونیورسٹی آف گرین وچ، 2006ء)

6- جیسے اوپر لکھا گیا ہے

7- جیسے اوپر لکھا گیا ہے

8- جیسے اوپر لکھا گیا ہے

9- جیسے اوپر لکھا گیا ہے

10- آبی پبلک سہولیات کا انتظام، کلاس بچواٹز، (یونیسکو۔ آئی ایچ ای انسٹی ٹیوٹ برائے واٹر ایجوکیشن، ڈیلفٹ، نیدرلینڈ 2006ء)

11- جیسے اوپر لکھا گیا ہے

12- کوچابما (بولیویا) اور بیونس آئیرز (ارجنٹائن) میں فراہمی آب و سینی ٹیشن کے حوالے سے بہت بڑے رعایتی ٹھیکے دیئے گے۔ بعدازاں ان ٹھیکوں کو منسوخ کر دیا گیا۔

13- آبی پبلک سہولیات کا انتظام، کلاس بچواٹز، (یونیسکو۔ آئی ایچ ای انسٹی ٹیوٹ برائے واٹر ایجوکیشن، ڈیلفٹ، نیدرلینڈ 2006ء)

14- دی نیو اکنامی آف واٹر۔ ایلین سمٹو اور ڈیبوراح کاؤف مین۔

15- پبلک سٹیزن، آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور عالمی آبی کمپنیاں: ایک مشترکہ ایجنڈا۔

16- ''عالمی واٹر فورم'' کا انعقاد تین سال میں ایک بار کیا جاتا ہے۔ اس فورم کا آخری اجلاس مارچ 2006ء میں امریکہ کے شہر میکسیکو میں منعقد کیا گیا تھا۔

17- www.waterinfo.net.pk۔ پاکستان واٹر گیٹ وے: سول سوسائٹی کا عالمی آبی ویژن برائے عمل۔

18- جیسے اوپر لکھا گیا ہے

19- 2006ء کے عالمی واٹر فورم منعقدہ میکسیکو میں شرکت کرنے کیلئے فیس داخلہ فی یوم 100 امریکی ڈالر (چھ ہزار روپے) یا پھر تمام 7 دنوں کے لیے 700 امریکی ڈالر (42 ہزار روپے) مقرر کی گئی تھی۔

20- ان معلومات بارے روزنامہ ''دی نیوز'' کے صحافی عون ساہی نے پنجاب اربن ریسورس سنٹر کی طرف سے منعقدہ فورم میں اظہار خیال کیا تھا۔ یاد رہے، عون ساہی 2006ء میں عالمی آبی فورم کے چوتھے اجلاس میں شریک تھے۔

-21 www.bbc.co.uk، میکسیکو میں پانی کے حق میں جلوس نکالنے والوں پر تشدد (17-3-2006)۔
-22 ورلڈ ڈویلپمنٹ موومنٹ ،سپیشل بریفنگ :فورتھ ورلڈ واٹر فورم میکسیکو 2006ء۔
-23 سوئیز اور ڈیگر یمونٹ ،فرانس کی دو بڑی عالمی آبی کمپنیاں ہیں۔
-24 سویرن ٹرینٹ اور بائی واٹر برطانیہ کی دو بڑی آبی کمپنیاں ہیں۔
-25 پانی بارے پاکستان کی حکمت عملی (ایگزیکٹو سمری) وزارت پانی و بجلی۔
-26 پاکستان قومی آبی پالیسی ڈرافٹ۔
-27 انسانی حقوق کی بین الاقوامی دستاویز۔
-28 واٹر ایڈ ،برطانیہ؛ واٹر ایڈ ملکی حکمت عملی پاکستان 09-2007۔
-29 شہری علاقوں میں 85 فیصد اور دیہی علاقوں میں 55 فیصد: پاکستان کی قومی آبی پالیسی کی مجوزہ دستاویز۔
-30 جیسے اوپر لکھا گیا ہے
-31 اس گہرائی سے حاصل کردہ پانی کو عالمی بینک کے قائم کردہ معیارات کے مطابق پینے کے قابل تسلیم نہیں سمجھا جاتا۔
-32 گنج بخش ٹاؤن میں واسا کی سب ڈویژن کے انچارج اعظم ارائیں کے مطابق ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی والے 400 فٹ کی گہرائی جبکہ واسا والے 700 اور 800 فٹ کی گہرائی سے ٹیوب ویلوں کے ذریعہ زمین کے نیچے سے پانی حاصل کر رہے ہیں۔
-33 معاشی کارکردگی (07-2006) اک اپ ڈیٹ۔ فنانس ڈویژن ،حکومت پاکستان، 2007ء
-34 یو این ڈی پی کی رپورٹ برائے انسانی ترقی 2002ء۔
-35 واسا کے فرائض (لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی 2008ء) www.lda.gop.pk
-36 واسا ،اپ ٹو ڈیٹ سروس لیولز (2007)۔
-37 منسلک نقشہ دیکھیے۔ ضمیمہ نمبر 1
-38 جیسے اوپر لکھا گیا ہے
-39 اعظم ارائیں سابق جنرل سیکریٹری واسا یونین اور انچارج گنج بخش ٹاؤن II سب ڈویژن۔
-40 سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کا ناظم ہی ایل ڈی اے کا چیئرمین ہوتا ہے۔
-41 اعظم ارائیں سابق جنرل سیکریٹری واسا یونین اور انچارج گنج بخش ٹاؤن II سب ڈویژن۔
-42 ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کا محکمہ ٹیکس کے حوالے سے اگرچہ پراپرٹی کی مالیت بارے ہر سال اندازے لگاتا ہے تاہم لاہور واسا نے پانی سے متعلق کنکشنوں کو اس کے مطابق نہیں بنایا۔
-43 نجی سطح پر لگائے گئے ٹیوب ویلوں کا پانی استعمال کرنے والوں سے کوئی رقم نہیں لی جاتی البتہ سیوریج کی مد ان سے کچھ رقم ضرور حاصل کی جاتی ہے۔
-44 افسروں اور ملازمین کی تنخواہیں اور مراعات۔
-45 یہ فنڈ حاصل کرنے والے دیگر محکموں میں سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور بھی شامل ہے۔
-46 واسا بارے عالمی بینک کی رپورٹ (2003)۔

-47 کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ 2007ء۔

-48 واسا کے فنانس ڈائریکٹر سے پی یو آر سی کا انٹرویو۔

-49 جیسے اوپر لکھا گیا ہے

-50 جیسے اوپر لکھا گیا ہے

-51 اعظم ارائیں سابق جنرل سیکریٹری واسا یونین اور انچارج گنج بخش ٹاؤن II سب ڈویژن۔

-52 جیسے اوپر لکھا گیا ہے

-53 سیوریج کی پائپ لائنوں سے متعلق عالمی بنک کے معیارات۔

-54 واٹر ورکس: حامد علی (دی نیوز، 2004-10-17)۔

-55 جیسے اوپر لکھا گیا ہے

-56 ایشیاء میں آبی نجکاری: عالمی بینک اور ایشیائی ترقیاتی بینک کا کردار: پی راجہ سری گر (جوبلی ساؤتھ ایشیاء پیسفک، اپریل 2004ء)۔

-57 جیسے اوپر لکھا گیا ہے

-58 جیسے اوپر لکھا گیا ہے

-59 جیسے اوپر لکھا گیا ہے

-60 ''عوامی مزاحمت اور متبادل برائے نجکاری خدمات آب و توانائی'' (جوبلی ساؤتھ ایشیاء پیسفک اینڈ فریڈم فرام ڈیبٹ کولیشن (Debit Coalition) از پی راجہ سری گر، اپریل 2004ء)

-61 ایشیاء میں آبی نجکاری: عالمی بینک اور ایشیائی ترقیاتی بینک کا کردار: پی راجہ سری گر (جوبلی ساؤتھ ایشیاء پیسفک، اپریل 2004ء)۔

-62 اعظم ارائیں سابق جنرل سیکریٹری واسا یونین اور انچارج گنج بخش ٹاؤن II سب ڈویژن۔

-63 واٹر ورکس: حامد علی (دی نیوز، 2004-10-17)۔

-64 جیسے اوپر لکھا گیا ہے

-65 واشنگٹن میں آئی ایف سی کے تجزیہ کار برائے سرمایہ کاری کا خط جس میں نجی کمپنیوں کو واسا لاہور کی کنسلٹنسی کیلئے دعوت دی گئی (دی نیوز 2004-10-17)

-66 واٹر ورکس: حامد علی (دی نیوز، 2004-10-17)۔

-67 حکومت کی طرف سے معلومات تک شہریوں کی رسائی بارے ہچکچاہٹ کی وجہ سے اخباری تراشوں اور خبروں کو بنیادی ماخذ کی حیثیت سے استعمال کیا گیا ہے۔

-68 گالف کھیلنے کا ایک نجی کلب جس کی رکنیت اشرافیہ کے لیے ہی مخصوص ہے۔

-69 جاری اور سرمایہ کاری کی لاگت دونوں کو شامل کر کے۔

-70 دیکھیئے باب نمبر 3 میں 3.3.8 (نائیجیریا)

-71 یورپ میں اندازاً 200 سال سے اور جنوبی ایشیاء میں 61 سالوں سے یہ نظام جاری وساری ہے۔

-72 آبی پبلک سہولیات کا انتظام، کلاس بچوانٹر، (یونیسکو۔ آئی ایچ ای انسٹی ٹیوٹ برائے واٹر ایجوکیشن، ڈیلفٹ، نیدرلینڈ 2006ء)

-73 پانی بطور عوامی خدمت۔ ڈیوڈ ہال اور عمانوئیل لوبینہ، (پی ایس آئی آر یو، بزنس سکول، یونیورسٹی آف گرین وچ، 2006ء)

74- پبلک سٹیزن، وعدہ خلافیاں اور سماجی اتھل پتھل: دنیا بھر میں آبی نجکاری کا منظر نامہ (مارچ 2003ء)۔

75- آبی پبلک سہولیات کا انتظام، کلاس پچواٹز، (یونیسکو۔ آئی ایچ ای انسٹی ٹیوٹ برائے واٹر ایجوکیشن، ڈیلفٹ، نیدر لینڈ 2006ء)

76- جیسے اوپر لکھا گیا ہے

77- یہ بیوروکریٹک ماڈل بڑی حد تک مشہور لکھاری میکس ویبر Weber کی تحریروں سے متاثر ہے۔ یہ ادارہ جاتی مدارج پر مبنی ایک ایسی غیر سیاسی خدمت ہے جس میں تحکم، قوانین، پائیداری اور ریگولیشن سبھی کو سمویا گیا ہے۔

78 عالمی بنک نے اپنی سفارشات پر مبنی رپورٹ نومبر 2006ء میں رائل پام کنٹری کلب، لاہور، میں پیش کی۔

79- پانی بطور عوامی خدمت۔ ڈیوڈ ہال اور عمانویل لوبینہ، (پی ایس آئی آر یو، بزنس سکول، یونیورسٹی آف گرین وچ، 2006ء)

80- پبلک سٹیزن، وعدہ خلافیاں اور سماجی اتھل پتھل: دنیا بھر میں آبی نجکاری کا منظر نامہ (مارچ 2003ء)۔

81- منافع کی نہایت ہی مناسب ترین شرح: امریکہ میں 6 تا 12.5 فیصد، برطانیہ میں 6 تا 7 فیصد اور فرانس میں 6 فیصد ہے۔

82- تفصیلات کے لیے دیکھیے ہال اور لوبینہ۔ لاطینی امریکہ میں پانی کی خدمات کی تعمیر نو (2007)۔

83- جیسے اوپر لکھا گیا ہے

84- پبلک سٹیزن، وعدہ خلافیاں اور سماجی اتھل پتھل: دنیا بھر میں آبی نجکاری کا منظر نامہ (مارچ 2003ء)۔

85- جیسے اوپر لکھا گیا ہے

86- پانی بطور عوامی خدمت۔ ڈیوڈ ہال اور عمانویل لوبینہ، (پی ایس آئی آر یو، بزنس سکول، یونیورسٹی آف گرین وچ، 2006ء)

87- جیسے اوپر لکھا گیا ہے

88- www.democracynow.org جناب آسکر لارمی ویرا سے انٹرویو (5-10-2006)

89- پانی بطور عوامی خدمت۔ ڈیوڈ ہال اور عمانویل لوبینہ، (پی ایس آئی آر یو، بزنس سکول، یونیورسٹی آف گرین وچ، 2006ء)

90- جیسے اوپر لکھا گیا ہے

91- ساؤتھ افریقہ میں سیاہ فام اکثریت کے حامل علاقے جو عام طور پر غریب شہریوں پر مشتمل ہیں۔

92- نائجیریا میں پانی و بجلی، ڈیوڈ ہال، (پی ایس آئی آر یو، بزنس سکول، یونیورسٹی آف گرین وچ، 2007ء۔

93- جیسے اوپر لکھا گیا ہے

94- جیسے اوپر لکھا گیا ہے

95- نائجیریا میں پانی و بجلی، ڈیوڈ ہال (پی ایس آئی آر سکول، یونیورسٹی آف گرین وچ 2007ء) باب ٹوپے بابالولی کی رپورٹ 2004ء۔

96- پی اینڈ ڈی کے چیئرمین سے پی یو آر سی کا انٹرویو (دسمبر 2004ء)۔

97- پائپ ڈریمز: ترقی پذیر ممالک میں آبی خدمات کیلیے سرمایہ کاری کرنے میں نجی سیکٹر کی ناکامی (ورلڈ ڈویلپمنٹ موومنٹ 2006ء) ڈیوڈ ہال اینڈ ایمونئیل لوبینہ۔

98- جیسے اوپر لکھا گیا ہے

99- پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ کے مطابق نجی کمپنی کی نگرانی کے لیے سٹی گورنمنٹ ہی میں قواعد و ضوابط کی نگرانی کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے گی۔

100- اس کا احوال باب نمبر 2 میں موجود ہے۔

101- ٹورنٹو سوک ایمپلائز یونین: پانی اور ضیاع شدہ پانی کے حوالے سے اک تحقیقی رپورٹ، جو چیف ایڈمنسٹریٹو آفس ٹورنٹو (کینیڈا) میں اپریل 2002ء کو جمع کروائی گئی۔

102- لوگوں کو پانی کے استعمال کا حق واپس دلوانا: جدوجہد اور مقاصد۔ کارپوریٹ یورپ آبزرویٹری (سی ای او) اور ٹرانس نیشنل انسٹی ٹیوٹ (ٹی این آئی)، (مارچ 2005ء)۔

103- پی یو آر سی کا عارف حسن سے انٹرویو۔ (مارچ 2005ء)

104- پبلک سٹیزن، وعدہ خلافیاں اور سماجی اتھل پتھل: دنیا بھر میں آبی نجکاری کا منظر نامہ (مارچ 2003ء)۔

105- بورڈ کی نئی تشکیل میں کوچاباما کے میئر کو اس کا چیئرمین بنایا گیا ہے جبکہ اس میں میونسپل انتظامیہ کا ایک رکن اور کوچاباما شہر کے صارفین کے تین اراکین کے ساتھ ساتھ ایک ایک نمائندہ ورکرز ٹریڈ یونین اور تکنیکی ماہرین کی ایسوسی ایشن سے شامل کیا گیا ہے۔

106- پانی بطور عوامی خدمت۔ ڈیوڈ ہال اور عمانوئیل لوبینہ، (پی ایس آئی آر یو، بزنس سکول، یونیورسٹی آف گرین وچ، 2006ء)

107- پی یو آر سی کا عارف حسن سے انٹرویو (مارچ 2005ء)۔

108- پانی بطور عوامی خدمت۔ ڈیوڈ ہال اور عمانوئیل لوبینہ، (پی ایس آئی آر یو، بزنس سکول، یونیورسٹی آف گرین وچ، 2006ء)

109- لاہور واٹر ایکشن کمیٹی کے اراکین کی فہرست کے لیے دیکھئے ضمیمہ (v)

110- اس سیاسی جماعت کا نام لیبر پارٹی پاکستان ہے۔

111- اب لاہور، 9 انتظامی یونٹوں میں منقسم ہے۔

112- عاصمہ جہانگیر۔

113- حامد خان۔

114- قیصر بنگالی۔

115- حفیظ شیخ۔

116- امجد بٹ۔

117- اعظم ارائیں سابق جنرل سیکریٹری واسا یونین اور انچارج گنج بخش ٹاؤن II سب ڈویژن۔

118- جیسا اوپر لکھا ہے

119- بوتلوں میں پانی بھر کر بیچنے والے کاروبار میں روز افزوں بڑھوتری کے پیش نظر تو بہت سے حلقوں میں اس تشویش کا برملا اظہار ہونے لگا ہے کہ اب تو پانی کو بھی جنس تجارت (Commodity) بنا دیا گیا ہے۔

120- دنیا بھر میں دیکھا گیا ہے کہ ریگولیٹری اتھارٹیاں بناتے وقت یا تو مخصوص مفادات کا تحفظ کیا جاتا ہے یا پھر غیر نمائندہ اتھارٹیاں بنتی ہیں۔ ان اتھارٹیوں بارے عام تاثر یہ ہے کہ اسکے اہلکار بھاری رشوتیں وصول کر کے پانی مہیا کرنیوالی کمپنیوں کی دھاندلیوں اور لاپرواہیوں کو نظر انداز کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔

121- پانی سے متعلق مفاداتی گروہوں میں گھریلو، کاروباری اور صنعتی صارفین بھی شامل ہیں اور ماحولیاتی انجمنوں سمیت وہ بینک بھی جنکا واسا مقروض ہے۔

122- پاکستان میں عالمی امدادی اداروں کے تسلط میں متعین شدہ ترقی کی پالیسی کے تحت کیئے گئے فیصلے ایسی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں جن کا محور عوامی فلاح ہو۔

پنجاب اربن ریسورس سنٹر (PURC) کا قیام اکتوبر 2001ء کو عمل میں لایا گیا۔ اس ادارے کی بنیادیں رکھنے والے ساتھیوں میں ڈویلپمنٹ سیکٹر سے وابستہ ماہرین، عام لوگوں میں کام کرنے والے سماجی کارکن، ماہر تعمیرات و ماہر عمرانیات اور اساتذہ شامل تھے۔

عمومی طور پر پاکستان میں ترقی سے وابستہ منصوبہ بندی کے ضمن میں فیصلوں کو "اوپر" کی سطح پر منظور کرنے کے بعد نیچے بھیجا جاتا ہے۔ ایسی منصوبہ سازی میں غریبوں سے مشاورت کرنا تو درکنار، متعلقہ مفاداتی گروہوں سے بھی بات نہیں کی جاتی۔ ایسی "ترقی" کو غیر نمائندہ کہنا زیادہ درست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی "ترقی" موثر طریقے سے شہریوں کے مسائل حل کرنے سے قاصر رہتی ہے۔

پنجاب اربن ریسورس سنٹر عام لوگوں اور شہریوں کی فیصلہ سازی اور منصوبہ بندی میں شرکت کا خواہاں ہے۔ تاکہ اس "ترقی" سے عام لوگوں کے گوناگوں مسائل کا ازالہ ہو سکے۔

جہاں تحقیق کے ذریعے ہم عام آدمی کی مشکلات اور ترقی سے وابستہ مسائل بارے اک ویژن بناتے ہیں وہیں ہم غریب نواز حکمتِ عملی کے تحت بذریعہ آگہی اثر انداز ہونے کا جتن کرتے ہیں۔

پنجاب اربن ریسورس سنٹر کے مقاصد میں شامل ہے۔

1- ہر طبقہ و گروہ سے تعلق رکھنے والے عام لوگوں میں روزمرہ زندگی کے مسائل کے حوالے سے مکالمہ کی روائیت کو فروغ دینا۔
2- "ترقی" کی تمام تر منصوبہ بندی اور فیصلہ سازی میں عام لوگوں اور ماہرین کی شمولیت کے لیے مہم چلانا۔
3- ترقی، منصوبہ بندی اور پالیسی سازی سے متعلقہ سرکاری، غیر سرکاری اور نجی شعبہ کے اداروں میں شفافیت اور احتساب کی روح کو اجاگر کرنا۔

اس مشق کا مطلب یہ ہے کہ ہم نہ صرف منصوبہ سازی اور پالیسی سازی کو ہدف تنقید بنائیں بلکہ اک متبادل بھی دے پائیں۔ ایسا متبادل جس میں ماحولیات کے ساتھ ساتھ سماجی، تکنیکی، معاشی حوالے سے شہر پر منفی اثر نہ پڑے بلکہ پچھڑی ہوئی آبادی کو بھی فائدہ ہو۔

پنجاب اربن ریسورس سنٹر آج کل یہ کام کر رہا ہے۔

1- روزمرہ کے مسائل بارے معلومات پر مشتمل اعداد و شمار۔
2- تحقیق۔
3- متعلقہ دستاویزات اور مطبوعات۔
4- اکٹھ برائے بحث و مباحثہ۔
5- ڈویلپمنٹ سے وابستہ مختلف عناصر کے ساتھ ملن ورتن بڑھانا اور ان کے کام سے آگاہ ہونا۔
6- دیگر مطبوعات اور ماہانہ نیوز لیٹر "اربن نیوز"۔

پنجاب اربن ریسورس سنٹر

15/17 حبیب اللہ روڈ، لاہور

www.purclhr.org